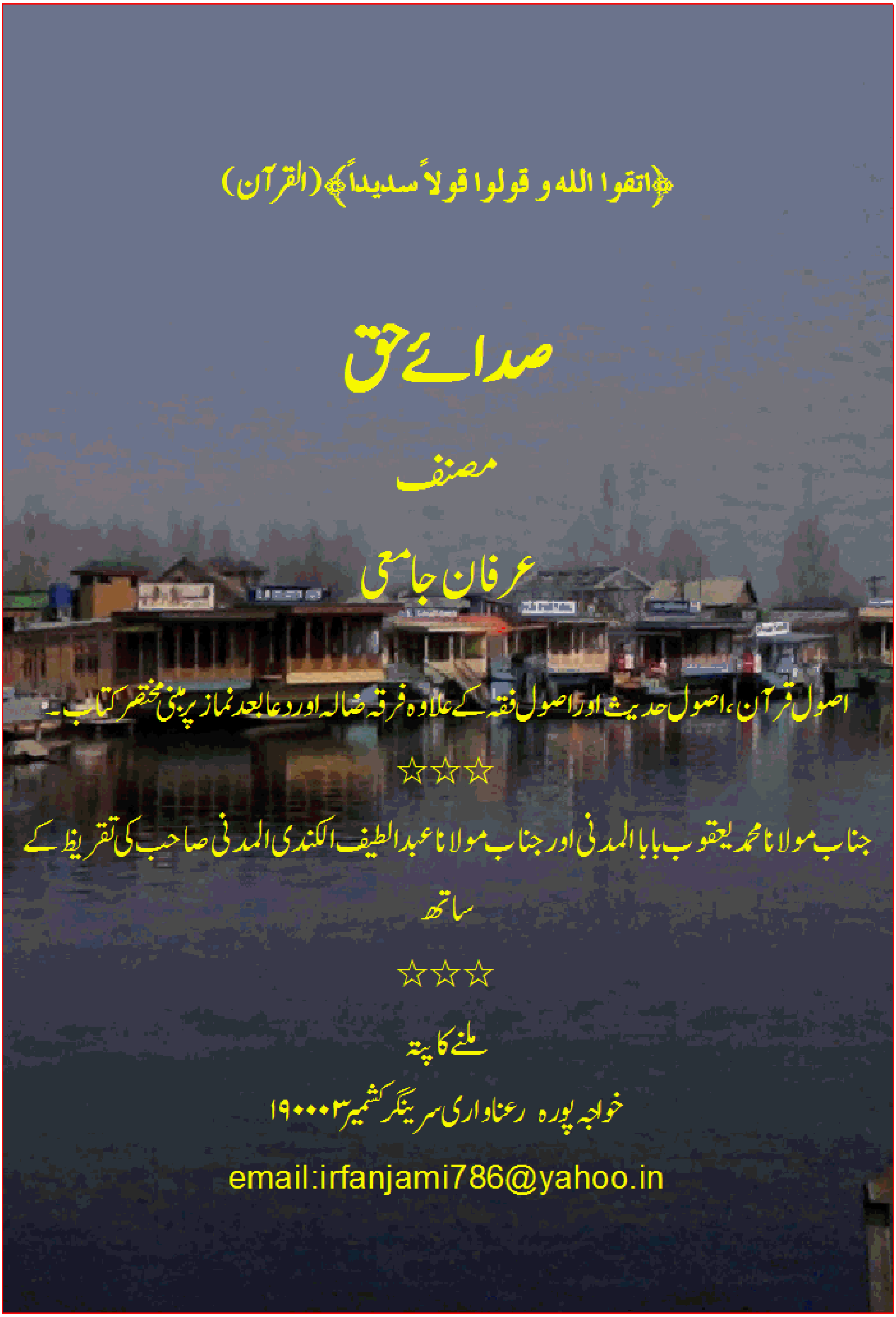


﴿اتقوا اللہ و قولوا قولاً سدیداً﴾ (القرآن)

# صدائے حق

مصنف

## عرفان جامع

اصول قرآن، اصول حدیث اور اصول فقہ کے علاوہ فرقہ ضالہ اور دعا بعد نماز پر مبنی مختصر کتاب۔

☆☆☆

جناب مولانا محمد یعقوب بابا المدنی اور جناب مولانا عبد اللطیف الکندی المدنی صاحب کی تقریظ کے ساتھ

☆☆☆


ملنے کا پتہ

خواجہ پورہ رعناواری سرینگر کشمیر ۱۹۰۰۰۲

email:irfanjami786@yahoo.in

# فہرست مضامین


| | | |
|---|---|---|
| ۱ | مقدمہ | ۷ |
| ۲ | تمہید | ۱۰ |

باب اول

| | | |
|---|---|---|
| ۱ | فرقہ ضالہ | ۱۲ |
| ۲ | قرآن کریم کی عظمت | ۱۳ |
| ۳ | شیعوں کی تحریف قرآن کی کوشش | ۱۴ |
| ۴ | تعصب | ۱۵ |
| ۵ | شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ | ۱۶ |
| ۶ | تہتر فرقے | ۱۶ |

باب دوم

| | | |
|---|---|---|
| ۷ | ان فرقوں کا رد | ۳۱ |
| ۸ | ابن عباس کی احتیاط | ۳۱ |
| ۹ | صحابہ کا بدعت کے خلاف طرزِ عمل | ۳۲ |
| ۱۰ | ابو حنیفہؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ | ۳۳ |
| ۱۱ | امام اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ | ۳۳ |

| | | |
|---|---|---|
| ۱۲ | وضع حدیث کی مثال | ۳۴ |
| ۱۳ | غیاث بن ابراہیم کا وضع حدیث | ۳۴ |
| ۱۴ | مامون بن ھروی کا وضع حدیث | ۳۴ |

باب سوم

| | | |
|---|---|---|
| ۱۴ | حدیث کی جانچ اور فن | ۳۵ |
| ۱۵ | اصول تفسیر | ۳۷ |
| ۱۶ | فن تفسیر کا ماخذ | ۳۷ |
| ۱۷ | اصول فقہ کی وجہ | ۴۰ |
| ۱۸ | حضرت عمرؓ کا کہنا کہ...... | ۴۰ |

باب چہارم

| | | |
|---|---|---|
| ۱۹ | بدعت اور اس کے اسباب | ۴۲ |
| ۲۰ | مصالح مرسلہ | ۴۳ |
| ۲۱ | استحسان | ۴۳ |
| ۲۲ | شریعت اسلامی کے دو اصول | ۴۵ |
| ۲۳ | نفاق کا معنی | ۴۷ |

باب پنجم


| | | |
|---|---|---|
| ۲۴ | ضعیف روایات کا چلن | ۴۸ |
| ۲۵ | ضعیف روایات میں بے احتیاطی | ۴۹ |
| ۲۶ | ایک مثال | ۵۰ |
| ۲۷ | قرآن سے اجتماعی دعاوں کی دلیل | ۵۱ |
| ۲۸ | مبارکی صاحبؒ کی کتاب کا تجزیہ | ۵۲ |
| ۲۹ | ضعیف روایت اور اس پر عمل | ۵۸ |
| ۳۰ | فتویٰ | ۵۹ |
| ۳۱ | تتمہ | ۶۰ |

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## پیش لفظ

### مولانا محمد یعقوب بابا المدنی ''مفتی اعظم جمیعت اہلحدیث جموں وکشمیر''

الحمد للّٰہ وکفیٰ و سلام علی عباد ہ الذین اصطفیٰ۔ وبعد

مذہب اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کی راہ نمائی کی ہے اور قیامت تک پیش آنے والے مسائل کی واضح ہدایت اور اصول وضوابط مقرر کئے ہیں ۔ دنیا میں حق و باطل کی کشمکش سدا ہی رہی ہے۔حق کے چہرہ صفا کو داغ دار کرنے کی سازش ہر دور اور ہر زمانے میں رچی گئی جبکہ باطل کو بطریق احسن اور بدعت کو مزین ومرصع کر کے پیش کیا گیا جس میں اکثر سادہ لوح انسان ملوث ہوئے۔ ہر دور میں مختلف قسم کے لوگوں نے مختلف دعوت دی اور آہستہ آہستہ وہ مستقل فرقوں میں تبدیل ہوئے اور مختلف ناموں سے جانے جانے لگے۔

چنانچہ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے عزیز، مؤلف کتاب ''صدائے حق''۔ محترم عرفان جامعی صاحب نے ان فرقوں اوران کے عقائد باطلہ کواس کتاب میں بیان کرنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ اُمید ہے کہ اللہ رب العزت، حقائق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور باطل کے قریب جانے سے محفوظ رکھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کتاب ھذا کوعلم وعرفان سے منور کرے۔ آمین

کتبہ

مولانا محمد یعقوب بابا المدنی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ و صلٰوۃ و السلام علی البشیر النذیر محمد بن عبداللہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین .و بعد!

زیرتبصرہ رسالہ ''صدائے حق'' محترم عرفان جامعی حفظ اللہ کی ایک ایسی ابتدائی علمی کاوش ہے۔ جس میں انہوں نے فرق باطلہ اور چند فقہی مسائل پر خامہ فرسائی کی ہے۔ میں نے اس رسالے کا شروع سے آخر تک مطالہ کیا اور اسے ایک مفید کوشش کے طور پر میں صاحب رسالہ کی ہمت افزائی کرتا ہوں۔ دراصل احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے ایک کلمہ کیا بلکہ بڑے بڑے دفاتر بھی کم پڑ جاتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ عرفان صاحب مستقبل میں ایک کامیاب اور صاحب طرز انشاء پرداز کی شکل میں ابھر کر سامنے آئیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر و عافیت میں رکھ کر نصرتِ حق اور دمغ باطل کی توفیقِ ارزانی نصیب کرے اور عرفان صاحب کی یہ کاوش قبول فرمائے۔آمین۔

ھذا و صلی اللہ و سلم علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین و الحمدللہ رب العالمین۔

کتبہ

دکتور عبدالطیف الکندی

سلفیہ کالج مومن آباد، سری نگر

# مقدمہ

دنیا کے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں دورِ حاضر کے مسلمان سماجی، ثقافتی، تہذیبی، تمدنی، سیاسی، سائنسی، اور مذہبی اعتبار سے بہت پیچھے ہیں۔ کیوں کہ ان کے پس پردہ، ایک دوسرے کے خلاف تعصب، تنگ نظری، آپسی گروہ بندی، متفرقہ عقاید ونظریات وغیرہ جیسے عوامل شامل وکار فرماں ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں کی اس علمی مرسوس ومبسوط دیوار کا شیرازہ بکھر گیا جس نے دنیائے انسانی کو بہیمانہ زندگی سے نکال کر بامِ عروج پر پہنچانے کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن اور اخلاقیات کے علاوہ ان سب مروجہ علوم وفنوں کا درس دیا تھا کہ جن کا عکس آج ہم اغیار میں تو پاتے ہیں پر موجودہ دور کے مسلمانوں میں خود بڑی حد تک ان کا فقدان ہے۔

تاریخ واحادیث کی کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد بخوبی اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمان یعنی صحابہ ان منفی پہلوؤں کے دلدل میں کبھی بھی نہیں پھنستے تھے اور نا ہی کبھی فروعی اختلافات کی بناء پر الگ الگ جماعتیں بناتے تھے نیز ان کے عقاید ونظریات میں بھی کوئی تفاوت نہ ہوا کرتا تھا بلکہ اس معاملہ میں یکسانیت ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ آپسی اتحاد واتفاق، صلہ رحمی اور حسن ظن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ پر ان کے بعد مختلف قسم کے غیر اسلامی عقاید ونظریات نے جنم لینا شروع کر دیا، نتیجتاً بہت سے مسلمان اس کے شکار ہو گئے اور انہوں نے باطل عقاید کو اسلامی جامہ پہنانے کے لئے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے احادیث تک وضع کئے۔

اس کی ایک مثال امام مسلمؒ کی بیان کردہ ایک حدیث سے بھی ملتی ہے جو انہوں نے بروایت ابو ہریرہؓ ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''کہ آخیر زمانے میں دجال اور کذاب یعنی جھوٹ بولنے والے پیدا ہونگے۔ وہ ایسی حدیثیں تم کو سنا دیں گے جو تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی

تو بچے رہنا ان سے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کر دیں اور آفت میں ڈال دیں''۔لیکن اس کے باوجود بھی جنہوں نے ایسا کرنے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ان میں فلاسفہ اور صوفیہ جیسے حضرات کا نام سرِفہرست ہے بقول امام مسلم''لم تر اھل الخیر فی شیءِ اکذب منھم فی الحدیث''یعنی تم اہل خیر (صوفیہ) کو اتنا جھوٹا کسی بات میں نہیں دیکھو گے جتنا حدیث کی روایت کرنے میں۔ امام مسلم اس کی تاویل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ جھوٹی حدیث ان کی زبان سے نکل جاتی ہے لیکن قصداً وہ جھوٹ نہیں بولتے۔

شیعہ حضرات نے بھی تعصب کی بناء پر اس معاملے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی انہوں نے اپنے مخالفین کو زیر کرنے کے لئے حضرت علیؓ کی شان میں اور مخالفین کی رد میں احادیث تک گھڑیں اور قرآن میں بھی بعض مقامات پر تحریف کرنے کی کوششیں کی۔ ان کے بعد مسلکی اختلافات اور نفس پرستی کی ایسی ہوا چلی کہ جس نے رہی سہی کسر نکال کرامت مسلمہ کو اور بھی زیادہ کمزور کیا۔ دراصل یہ سب تقلید شخصی کا ہی نتیجہ ہے کہ اس نے ایسا زہر پھیلایا کہ جس سے فضاءِ رسالت کی مہکِ حیات اور گلشن توحید کے آبگینوں سے لوگ دور ہوتے گئے اور اس طرح انہوں نے اپنے لئے تباہی و بربادی خرید لی۔

بقول شاعر:

چھوڑ کر قرآن و سنت حق سے بیگانہ ہوا
دین بھی رسوا کیا اور آپ بھی رسوا ہوا

تقلید کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جو ہندوستان کے بہت بڑے عالمِ دین تھے اور شاید ہی کسی تعارف کے محتاج ہیں اپنی مایہ ناز کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں بیان فرماتے ہیں کہ ''چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خالص تقلید پر متفق نہ تھے'' چنانچہ یہ بعد کی پیداوار ہے۔ اعلام الموقعین کے

حوالے سے ''تقلید کی بدعت چوتھی صدی میں جاری ہوئی ۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ جس کی مذمت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو چکی ہے'' ۔ چنانچہ ان دو مثالوں سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ تقلید کوئی دین نہیں بلکہ ایک ایسی بدعت ہے ۔ جس سے ہر حال میں دور رہنا ہی بہتر ہے ۔

تقلید، گروہ بندی اور غلو، ان ہی عناصر سے مسلمانوں کی موجودہ پستی اور زوال کے اسباب پیدا ہو گئے ۔ اور وہی لوگ ان چیزوں کے زیادہ شکار ہو گئے جنہوں نے قرآن وحدیث کی صحیح تعلیمات کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے زریں دور سے اپنا سارا رشتہ توڑ کر قرآن وسنت کی من مانی تاویلات کر کے خواہش پرستی کے دروازوں کو کھولنے کی زبردست تگ و دو کرنے کے علاوہ اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں بنا کر مسلمانوں کی ایک مضبوط وحدت کو نہایت ہی کمزوری کے دہانے پر کھڑا کیا ۔ چنانچہ ان کے باطل افکار و خیالات سے بچنے کے علاوہ دینی و دنیاوی ترقی کی رفتار میں آگے بڑھنے کے لئے ہمیں بس قرآن وسنت کو ہی اپنا محور بنانا چاہئے ۔ کیوں کہ بلاشبہ یہی دو چیزیں کامیابی و کامرانی کی ضمانت ہیں ۔ باقی سب باطل اور ایک سراب ہے ۔ جن سے دور رہنے کیلئے آگاہی بہت ضروری ہے ۔

دراصل اسی آگاہی کو آشکارہ کرنے کے لئے میں نے اس کتابچہ کو لکھنے کی یہ مقدور بھر کوشش کی تا کہ ان غیر اسلامی خیالات سے دور رہنے کا عمل ہو جن میں اس ملت کے بہت سے افراد مبتلاء ہیں ۔ امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس چھوٹی سی کوشش کو منارہِ ہدایت بنا دے ۔ آمین

دعاء گو

(عاشق حسین)

عرفان جامعی

# تمہید

الحمدللہ ''فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاؤں کی حقیقت'' کے نام سے جو مقالہ میں نے جمعیتِ اہلحدیث جموں وکشمیر کے پندرہ روزہ ''اخبارِ مسلم'' میں ۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ بمطابق ۳۰ مئی ۲۰۰۵ء کو شائع کرایا تھا۔ دوستوں اور رفیقوں کی جانب سے سخت اصرار ہوا کہ میں اس کو مزید توسیع وتوضیح کے ساتھ ایک پمفلٹ کی شکل میں مرتب کروں۔ ان کا حکم بجالانے کے لئے ،فرصت کے چند لمحات غنیمت جان کر قلم اُٹھانے کی جسارت کی۔ اور ساتھ میں مزید مضامین داخل کرنے کی وجہ سے اس پمفلٹ کو دعاؤں کے مسائل تک ہی محدود نہیں رکھا اس لئے اس کا نام بدل کر ''صدائے حق'' رکھ دیا۔ اس پمفلٹ میں مختلف موضوعات مثلاً حدیث ،تفسیر ،فقہ اور فرقہ ضالہ پر مختصر بحث کی گئی ،اس لئے ان شاءاللہ یہ کتابچہ قارئین کے لئے ضرور فائدہ مند رہے گا۔

دراصل قلم کو جنبش دینا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ ایک بارِ عظیم ہے ،جس کے لئے علماء وادباء ہی لائق اعتبار ہیں ،لیکن اس مقصد کے تحت کہ میں بھی اُمتِ مسلمہ کے لئے کوئی ادنیٰ سی خدمت انجام دے سکوں ،اس میدان میں کود پڑنے کی جرأت کر ڈالی .بقولِ شاعر :

عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام عشق

بے خطر کود پڑا نارِ نمرود میں عشق

دنیا کے حقائق میں یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہیں کہ جس جگہ بڑی بڑی چٹانوں کی ضرورت پڑتی ہے تو وہاں پر ایک معمولی سا پتھر بھی کبھی کسی کام آتا ہے۔ دیکھا جائے تو میری بساط اُس پتھر کی بھی نہیں ،لیکن اپنے استادِ محترم جناب مولانا محمد یعقوب بابا المدنی صاحب مفتی اعظم جمعیتِ اہلحدیث جموں وکشمیر کی

محنت وکاوشوں کا ہی نتیجہ ہے کہ میں آج ان کے حکم پر قلم اُٹھانے کے لئے تیار ہوگیا۔ اور یہ اس لئے کہ کہا جاتا ہے کہ (ادب المرءِ خیرٌ مِن ذهبه) ''آدمی کا ادب سونے سے بھی بہتر ہے''

میں اپنے محترم المقام اساتذہ کرام جناب ڈاکٹر عبدالطیف الکندی صاحب اور جناب مولانا محمد یعقوب بابا المدنی صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے زبردست مشغولیت کے باوجود بھی میری اس کتاب کو دیکھا اور ساتھ میں مختلف جگہوں پر تصحیح فرما کر نہ صرف مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا بلکہ واقعی اس سے میری حوصلہ افزائی کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے انہیں جزائے خیر اعطاء کرے۔

نیز میں ان تمام بھائیوں، دوستوں اور شاگردوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس کام میں میری کسی نہ کسی طرح مدد فرمائی۔ خاص کر جناب انجینیر فاروق احمد خان صاحب، جناب مختار احمد خان صاحب، جناب محمد الطاف بٹ صاحب، جناب ارشد احمد پلو صاحب وغیرہ رفقاء کے علاوہ اپنے ایک شاگردِ عزیز 'جناب خالد میر صاحب' کا کہ انہوں نے اپنی سکولی مصروفیات کے باوجود بھی نہایت ہی جانفشانی کے ساتھ بہت سارا وقت دیکر کمپیوٹر کمپوزنگ میں میرا ہاتھ بٹایا۔

علاوہ ازیں اہل علم حضرات سے میری گزارش ہے کہ اگر انہوں نے اس کتابچہ میں کہی بھی کسی طرح کی غلطی پائی تو مطلع فرمائیں اور جہاں پر صرفِ نظر کی گنجایش ہو تو وہاں معاف فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میرے اس چھوٹے سے عمل کو شرفِ قبولیت بخش کر اس کو میرے لئے توشہِ آخرت بنائے اور میری ساری خطاوں کو معاف فرمائے۔

# بسم اللہ الرحمان الرحیم

# باب اول

## فرقہ ضالہ

الحمدللّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سیدالمرسلین و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین۔قال اللّٰہ تعالیٰ فی القرآن المجید :فان تنازعتم فی شیٍٔ فردوہ الی اللّٰہ و الرسول ان کنتم تومنون باللّٰہ ۔و قال رسول اللّٰہ ﷺ : ترکتُ فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنّۃ رسولہ(موطا امام مالك)

اللہ رب العزت کی حمد وثنا کے بعد درود وسلام ہو اس ذات مقدس ،سرورِ کائنات ،امام الانبیاء والمرسلین و خاتم النّبیین پر جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اتمام دین مبین فرما کران تمام اذھانِ فاسدہ پر قفل چڑھایا جن کے اندر نفاق وتعصب کی گندگی نے اتنی بدبو پھیلا رکھی تھی کہ ان کو صحیح اور غلط ،حلال اورحرام ، نبی اور عام آدمی میں فرق کرنے کی تمیز کی کچھ رمق بھی باقی نہیں رہی تھی ۔اگر چہ یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کے زمانے سے ہی نمودار ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے اورزیادہ ترقی کرکے مختلف شکلیں اختیار کی ۔چنانچہ دنیائے اسلامی کے پہلے مرحلہ میں جس مفتری اور کذاب کا نام سب سے پہلے آتا ہے وہ مسیلمہ کذاب ہے۔یہ وہ شخص ہے کہ جس کو نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے خاصی دشمنی تھی ۔تعصب کی آگ نے اس شخص کو اتنا جلایا تھا کہ وہ اپنے پر وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ابن کثیرؒ کی ایک روایت کے مطابق عمرو بن العاصؓ کا گذر ایک بار مسیلمہ کذاب کی جانب ہوا۔مسیلمہ نے عمرو بن العاص کو دیکھ کر کہا:آج کل تمہارے ساتھی ( نبی اکرمؐ ) پر کیا نازل ہوا۔عمروؓ نے سن کر کہا، نبی اکرم پر اس وقت ''و العصر ان الانسان لفی خسر'' نازل ہوا۔مسیلمہ تھوڑی دیر چپ رہ کر کہنے لگا:۔

مجھ پر بھی تو ایسی ہی چیز نازل ہوئی۔عمروؓ کہنے لگے: وہ کیا؟...تو کذاب مسیلمہ نے کہنا شروع کر دیا (یا وبرُ یاوبرُ، انما انتَ أُذنان و صدر ،وَ سائرك حفرٌ نقر)۔۔’’وبر‘‘ بلی کے مشابہ ایک جانور کو کہتے ہیں۔۔عمروؓ نے فوراً جواب دے کر کہا۔’’اللہ کی قسم تجھے خود پتہ ہے کہ میں تجھے جھوٹا جانتا ہوں‘‘ ۔یہ اس لئے کہ کہاں قرآن کی عظمت و بلاغت اور کہاں اس شیطان کا کلام۔۔۔

قرآن کریم کی عظمت:

عمرو بن العاصؓ نے اگر چہ مسیلمہ کو ایک چھوٹا سا تنقیدی جملہ کہا لیکن اس جملے میں اتنی جامعیت و معنویت تھی کہ مسیلمہ کو چپ کرانے کے لئے کافی تھا۔۔۔دراصل عمروؓ کا اشارہ قرآن کی فصاحت و بلاغت، اُس کے حسن ،اس کے ایجاز کمال اور اس کی ایسی کشش کی طرف تھا کہ جس کو سنتے ہی لوگ دیوانہ وار رونے لگتے ہیں۔کتنے ایسے مقدس نفوس ہیں کہ قرآن کی کوئی آیت سنی اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے راتوں کی نیند اُڑ گئی۔کتنے ایسے دل ہیں! کہ اِس پاک کلام کو سنتے ہی موت کو ربِ کائنات کی رضاء کے لئے اپنا دوست بنایا اور بغیر کسی خوف کے دشمنانِ دین کے صفوں میں اس طرح ٹوٹ پڑے کہ وہ بھی تعجب کر کے کہنے لگے کہ یہ کون سی شی ہے جس نے ان لوگوں میں اس قدر بہادری کے جوہر پیدا کر دئے کہ مٹھی بھر لوگ ہمارے قدم اُکھاڑ دیتے ہیں ؟۔

یہ وہی قرآن ہے جس نے قوموں کی قسمت بدل کر رکھ دی۔وہی قرآن جس نے گلہ بانوں کو جہاں بانی کے ہنر سکھائیں۔وہی قرآن جس نے انسان کو ظلمت سے نکال کر ہدایت کے نور سے مالا مال کر دیا۔وہ قرآن جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے’’لو انزلنا هذا القرآن علیٰ جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشية اللّٰه‘‘ (سورة الحشر ۲۱۔)

(یعنی: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا)۔

اس کی بڑائی اور عظمت کے ساتھ ساتھ خالق کون و مکان پوری کائنات کو چیلنج دے کر فرماتا ہے''

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورة من مّثله و ادعوا شهدآءَ کم من دون الله ان کنتم صٰدقین"۔ (سورۃ البقرہ۔۲۴)۔(یعنی :اگر تم کو اس (کتاب) میں جو ہم نے اپنے بندے (محمد عربی) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی طرح کی ایک آیت بنالاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو)۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دنیا کی کسی بھی ہستی چاہے وہ پیغمبر بھی کیوں نہ ہو، میں یہ دم نہیں کہ وہ قرآن کا مقابلہ کر کے اس جیسی کوئی آیت بنا کر پیش کر سکے کیوں کہ اللہ رب العزت نے اس آیت مبارکہ میں صرف اپنی ذات مقدس کو ہی اس دعویٰ سے مستثنیٰ رکھا۔ پر افسوس! کہ کچھ لوگوں کی عقل پر اس قرآن کی عظمت اور اس کے کلام الٰہی کے اعتراف کے باوجود بھی تعصب کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ اپنے بے جا مقاصد کے حصول کے لئے قرآنی آیات تو نہ بنا سکے لیکن! اس کتاب میں من مانی اور غلط تاویلات اور ناکام تحریفات کرنے کی کوششیں کیں.

## شیعوں کی تحریف قرآن کی کوشش

اگر قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ خود نہ لیتا تو ''نعوذ باللہ من ذالک' یہ بھی تورات، انجیل اور دوسرے صحف کی طرح شاید آج اپنی شکل میں نہ رہتا۔ لیکن وہ خالق کائنات جو ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے' قرآن حکیم کے متعلق فرمان جاری فرماتا ہے''انّا نحن نزلنا الذکر و انّا له لحافظون" (یعنی: ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائینگے)۔ اس علمیت کے باوجود بھی بعض شیعہ حضرات قرآن کی آیات میں کسی نہ کسی طرح سے تخفیف تحریف یا تبدل کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ ان میں بعض کا عقیدہ ہے کہ قرآن کا ایک حصہ حضرت

علیؓ کے حق میں نازل ہوا تھا لیکن ۔نعوذ باللہ من ذالک۔ خلفاء راشدین نے علمی خیانت کر کے اس حصہ کو بالکل حذف کر دیا تھا۔ لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو قرآنی آیات میں انسانی الفاظ داخل کرنے کے بے سود اور نازیباں طریقے اپنانے شروع کر دئے۔ چنانچہ پروفیسر غلام احمد حریری ''تاریخ تفسیر...'' میں (بحوالہ الکامل ج۔۲ص۔۱۵۲) رقمطراز ہے کہ شیعہ قرآن کریم کی اس آیت "یاایها الرسول بلغ ما انزل الیك مِن ربك" (المائدہ۔۶۷) میں'' ربك'' کے آگے "فی شان علی" کا اضافہ کرتے ہیں۔

معاملہ غور طلب ہے کہ یہ لوگ کس طرح کی دیدہ دلیری کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ یہ ان آیات کے ساتھ کھلواڑ ہے جن کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی اور جو اُمت مسلمہ کے لاکھوں سینوں میں اس طرح رواں دواں ہیں کہ جس طرح جسم میں روح اور رگوں میں خون ...لیکن صد افسوس، کہ اس کے بعد بھی یہ تعصب کیا کیا کراتا ہے!۔

## تعصب

تعصب دراصل ایک ایسی ہوس ہے جو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک کر کہیں اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس گمراہی کے پیچھے کبھی شخصیات کے ساتھ محبت میں غلو تو کبھی کوئی اور فلسفہ کارفرما ہوتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے پہلے ہی ایسے افراد کی نشان دہی کی جو اس بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں ان کے لئے قرآن وسنت کے علاوہ کوئی مفر نہیں۔ چنانچہ شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ جو بہت بڑے ولی بزرگ گذرے ہیں انہوں نے اپنی ایک مایہ ناز کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ان لوگوں کی ایک مکمل فہرست تیار کر لی جس کا تذکرہ یہاں پر قدرے تفصیل کے ساتھ ضروری ہے تا کہ عوام الناس ان لوگوں کے گمرہ کن افکار وخیالات سے باخبر رہ کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کریں۔

## شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ

شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ جن کو کشمیری غوث اعظم کے نام سے پکارتے ہیں ۔۔۔غوث دراصل غیاث کا مترادف ہے،جس کا مطلب مددگار کے ہے۔مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ غیاث صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خاص ہے کیوں کہ لفظ ''یا غیاث المستغیثین ''فقط اس کے لئے ہی پکارا جاتا ہے اس کے علاوہ کوئی اور اس چیز کا سزاوار نہیں اس لئے اگر اس میں کسی اور کو شامل کیا جائے تو یہ شرک جلی ہے،جس کو اللہ تعالیٰ کبھی بھی معاف نہیں فرمائے گا۔۔۔یہ بزرگ ان فرقوں کا جائزہ لے کر بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''بنی اسرائیل قوم کے بہتر فرقے بن گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی''۔

**تہتر فرقے:** شیخ سیدؒ فرماتے ہیں کہ ان تہتر فرقوں میں آپ ﷺ نے صرف ایک کو جنتی ہونے کی بشارت دی۔نیز شیخ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ نے جب اس ناجی فرقے کے بارے میں سنا تو آپ ﷺ سے سوال کرنے لگے کہ وہ کون لوگ ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر چلنے والے ہونگے۔اس کے بعد شیخ صاحبؒ فرماتے ہیں: فاصل ثلث وسبعین فرقة عشرة ، اهل السنةو الخوارج و الشيعة و المعتزلةو المرجئةو المشبهةو الجهميةو الضرارية و النجارية و الكلابية (یعنی: دراصل تہتر فرقوں کے یہ دس گروہ ہیں (۱)اہلسنت (۲) خارجی (۳)شیعہ (۴) معتزلہ (۵)مرجیہ (۶) مشبہ (۷)جہمیہ (۸) ضراریہ (۹) نجاریہ (۱۰) کلابیہ۔اس کے بعد شیخ صاحب ان فرقوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''واما الفرقة الناجئة فهی أهل السنة و الجماعة' یعنی فرقہ ناجی صرف ایک جماعت ہے اور وہ اہلسنت والجماعت ہے۔ لکھتے ہیں: اهل السنة ولا اسم لهم الا اسمٌ واحدٌ و هو اصحاب الحديث ''یعنی ،اہلسنت کا کوئی اور نام نہیں سوائے اہل

حدیث کے۔(صفحہ۱۸۲،۱۹۳)۔۔اس میں ان لوگوں کے لئے بھی ایک پیغام ہے جو کہتے ہے کہ اہل حدیث بالکل ایک نئی جماعت ہے جس کا پہلے سے کوئی وجود نہیں بلکہ ایسا کہنا ان کی لاعلمی کو ظاہر کرتا ہے یا ان کے تعصب کو۔۔

**گمراہ فرقوں کی وضاحت:** شیخ صاحبؒ باقی گمراہ گروہوں کی وضاحت کر کے فرماتے ہیں: دوسرا فرقہ، خارجی :۔ یہ فرقہ پندرہ جماعتوں میں منقسم ہے۔ (۱) النجدات (۲) الازارقہ (۳) الفدکیہ (۴) العطویہ (۵) العجاردۃ (۶) المیمونۃ (۷) الجازمیہ (۸) الصلتیۃ (۹) المعلومیۃ (۱۰) الاحنسیۃ (۱۱) الظفریۃ الحفصیۃ (۱۲) الاباضیۃ (۱۳) النبھسیۃ او بیھسیۃ (۱۴) الشمراخیۃ (۱۵) البدعیۃ۔

نمبر ا: النجدات :۔ ان کے پیشوا کا نام نجدۃ بن عامر الحنفی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ قول اور فعل میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ لوگوں کے لئے امام ضروری نہیں، ذمی کا خون کرنا اور اس کا مال لینا دارالتقیۃ میں حلال ہے۔ (صفحہ ۱۹۴)

نمبر دو: الازارقہ:۔ ان کا پیشوا۔ ابوراشد نافع بن ازرق۔ اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ، عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کافر ہیں (معاذ اللہ)۔ جس نے کبیرہ گناہ کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا لڑائی سے بیٹھے رہنا کفر ہے، مخالفین کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا جائز ہے۔ (ص ۱۹۴)

نمبر تین: الفدکیۃ:۔ ان کا پیشوا۔ ابن فدیک۔ اس کا عقیدہ خوارج کا ہی ہے۔ (۱۹۵)

نمبر چار: العطویہ:۔ ان کا پیشوا۔ عطیۃ بن اسود الحنفی۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ کو کسی چیز کا علم نہ تھا جبتک کہ اس نے اپنے لئے علم مہیا نہ کیا (۱۹۵)

نمبر پانچ: العجاردۃ:۔ ان کا پیشوا۔ عبدالرحمن بن عجرد یا عبدالکریم بن عجرد۔ یہ فرقہ نجدات کا ہم عقیدہ ہے، نیز یہ کہ ہجرت فرض نہیں، صاحب کبیرہ گناہ کافر ہے، سورہ یوسف قرآن نہیں، بچہ ایمان

سے خالی ہے اس کو بلوغت کے بعد دعوت اسلام دی جائے، اطفال المشرکین ناری ہیں۔

نمبر چھ: المیمونیۃ :۔ ان کا پیشوا۔ میمون بن خالد۔ یہ عجاردہ کا ہم عقیدہ ہیں مگر ان کا خیال ہے کہ اطفال کفار جنتی ہیں، نیز تقدیر اچھی اور بری بندہ کی طرف سے ہے، بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ پوتیوں، نواسیوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح درست ہے۔(۱۹۷)

نمبر سات: الحازمیۃ :۔ ان کا پیشوا۔ حازم بن علی ہے۔ اس کا عقیدہ ہے کہ دوستی اور دشمنی دو صفات ہیں اللہ تعالیٰ کی اور نہیں اس کے ہاتھ میں مگر جو وہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا خالق نہیں۔ حضرت علیؓ کے معاملہ میں توقف ہے۔ برأت میں صراحت نہیں۔(۱۹۴)

نمبر آٹھ: الصلتیۃ :۔ ان کا پیشوا۔ عثمان بن ابی الصلت۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ اطفال نو مسلمین سے سکوت لازم ہے حتی کہ بالغ ہو کر اسلام قبول کریں۔ آقا کو اپنے غلام سے، اسی طرح غلام کو اپنے آقا سے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔(۱۹۵)

نمبر نو: المعلومیۃ :۔ پیشوا۔ مجہول (نا معلوم)۔ افعال بندوں کے مخلوق اللہ نہیں وغیرہ۔(۱۹۵)

نمبر دس: الاخنسیۃ :۔ ان کا پیشوا۔ اخنس۔ عام عقیدہ خوارج اور ہم صلتیہ کا۔(۱۹۵)

نمبر گیارہ: الظفریۃ الحفصیۃ :۔ ان کا پیشوا۔ حفص بن ابی المقدام۔ اس کا عقیدہ ہے کہ وحدانیت شرک و ایمان کے درمیان فرق ہے۔ جس نے اللہ کو واحد جان کر رسول یا جنت اور دوزخ کا انکار کیا یا قتل نفس وغیرہ سب گناہ کئے یا زنا کاری کو حلال جانا تو وہ شرک سے بری ہے۔(۱۹۶)

نمبر بارہ: الاباضیۃ: عبداللہ بن اباض۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اطفال مشرکین پر توقف ہے۔ مگر جائز ہے کہ بطریق انتقام عذاب ہو۔ مخالفین خواہ اہل قبلہ ہوں کافر ہیں، مگر ان کا نکاح جائز ہیں۔

نمبر تیرہ: النبھسیۃ او البھیسیۃ :۔ ان کا پیشوا۔ ابو نبھس یا ابو بھیس الھیصم بن جابر۔ اس کا عقیدہ

ہے کہ جبتک انسان اپنے متعلق تمام حلال اور حرام معلوم نہ کر لے مسلمان نہیں۔ ایمان اقرار اور علم وعمل کا نام ہے۔ مومن کی اولاد مومن اور کافر کی اولاد کافر ہے۔ تقدیر کوئی شئ نہیں ہے۔ بندوں کے کاموں میں اللہ کو دخل نہیں۔ امام جب کافر ہو جائے تو رعیت بھی خواہ حاضر ہو یا غائب کافر ہو جاتی ہے۔(۱۹۶)

نمبر چودہ: الشمراخیۃ:۔ ان کا پیشوا۔ عبداللہ بن الشمراخ۔ اس کا عقیدہ ہے کہ قتل والدین حلال ہے۔ وغیرہ (۱۹۶)

نمبر پندرہ: البدعیۃ:۔ پیشوا۔ نامعلوم۔ ہم عقیدہ ازارقہ کے۔ نیز یہ کہ نماز صرف دو رکعت ہیں۔ صبح کو اور شام کو۔(۱۹۶)

شیخ صاحبؒ تیسرے گروہ یعنی شیعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی تین بڑی جماعتیں ہیں جن میں ہر ایک کی الگ الگ جماعتیں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

نمبر ایک: فرقہ غالیہ اور اس کے بارہ فرقے:۔ ان کا مشترکہ عقیدہ یہ ہے کہ امام برحق حد خلقت سے نکل کر حد الٰہیت میں آ جاتے ہیں۔ مسئلہ تشبیہ، بدا، رجعت، اور تناسخ کے قائل ہیں۔ کہتے ہیں کہ دراصل حضرت علیؓ ہی نبی برحق بلکہ اللہ ہیں۔ مگر جبرائیل نے غلطی سے آنحضرت ﷺ پر نزول کیا۔ تقیہ برحق ہے۔ حضرت علیؓ تمام انبیاء سے افضل ہیں وہ آسمان پر بادلوں میں ہیں، ان کو موت نہیں آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے بلکہ تمام امام موت سے بری ہیں۔ قیامت کا حساب اور حشر نہیں ہے۔(۱۹۸،۲۰۰)

ان کے فروع اس طرح ہیں:۔

نمبر ایک: البنانیۃ:۔ بنان بن سمعان النھدی۔ اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شکل وصورت میں انسان کی مانند ہے(۲۰۰)

نمبر دو: الطیاریۃ:۔ ان کا پیشوا۔ عبداللہ بن معاویۃ۔ اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت آدم کی روح درحقیقت اللہ کی روح ہے جس نے تناسخ کیا۔ (۲۰۰)

نمبر تین: المصوریۃ:۔ ان کا پیشوا۔ ابو منصور العجلی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ ایک ٹکڑا ہے جو آسمان سے نازل ہوا اور وہ اللہ ہے۔ امام ابی منصور نے آسمان پر جا کر اللہ سے کلام کیا۔ اللہ نے اس کو بیٹا کہا اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ بھی آسمان سے نازل ہوا۔ جنت و دوزخ نہیں (۲۰۱)

نمبر چار: المغیریۃ: ان کا پیشوا۔ مغیرہ بن سعید العجلی۔ عقیدہ: اللہ نور ہے اور جمیع اعضاء کے ساتھ انسان کی مانند ہے، جس کے سر پر نورانی تاج ہے۔ امام برحق محمد بن عبداللہ بن حسن ہے، جس نے مدینہ میں خروج کیا اور وہ زندہ ہے اس کے لوٹ کر آنے کا انتظار ہے۔

نمبر پانچ: الخطابیۃ:۔ ان کا پیشوا۔ ابوالخطاب محمد بن ابی زینب الاسدی الاجدع۔ اس کا عقیدہ ہے کہ امام برحق (خلیفہ وقت) بھی پیغمبر ہے۔ اور ہر وقت ایک پیغمبر ناطق ہوتا ہے۔ اور ایک خاموش بلکہ بعض تو امام کی الوہیت کے قائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ دنیا کو فنا نہیں۔ یہی جنت اور جہنم ہیں (۲۰۱)۔

نمبر چھ اور نمبر سات: المعمریۃ والعجلیۃ: ان کا پیشوا۔ عمیر ابن بنان العجلی۔ یہ ترک نماز کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک شراب، زنا اور تمام محرمات حلال ہیں۔ (۲۰۱)

نمبر آٹھ: البزیعیۃ: ان کا پیشوا۔ بزیع۔ اس کا عقیدہ: امام جعفر صادق دراصل اللہ تھے۔ جو ان کی صورت میں مخلوقات پر ظاہر ہوا۔ ہر مومن کی طرف وحی نازل ہوتی ہے۔ اور ہر صبح و شام موت کے معائنہ کے مدعی ہیں (۲۰۱)

نمبر نو: المفضلیۃ:۔ ان کا پیشوا۔ مفضل الصیرفی۔ یہ امام جعفر صادق و دیگر ائمہ کی ربوبیت کے قائل ہیں مثل نصاریٰ کے نیز اپنی موت کے قائل ہیں وغیرہ (۲۰۱)

نمبر دس: الشریعیۃ: پیشوا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ الوہیت پانچ شخصوں میں ہے۔ نبی ﷺ اور آپ ﷺ کی آل یعنی عباسؓ، علیؓ، جعفرؓ اور عقیلؓ (۲۰۲)

نمبر گیارہ: السبائیۃ: ان کا پیشوا۔ عبداللہ بن سبا۔ اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؓ جز اللہ ہیں، وہ زندہ ہیں، شہید نہیں ہوئے، مقام ان کا بادل ہے کڑک ان کی آواز ہے۔ بجلی ان کا کوڑا ہے۔ وہ پھر سے زمین پر نزول کرینگے۔ جعفر علی کا جزو الوہیت ان کے بعد اماموں میں تناسخ کرتا ہے۔ (۲۰۳)

نمبر بارہ: المفوضیۃ: پیشوا۔ مجھول (نا معلوم)۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر خلقت کے تمام اختیارات حضرت علیؓ و دیگر ائمہ کو دے دئے اور حضرت محمد ﷺ کو قدرت کامل عطا فرمادی۔ لہذا دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی پیدا نہیں کیا۔ (۲۰۲)

دوسرا فرقہ زیدیہ اور اس کے چھ گروہ:۔

ان سب کا عقیدہ ہے کہ امام برحق اولاد فاطمہ ہوں گے۔ اور محمد و ابراہیم دونوں بیٹے عبداللہ بن حسن بن حسین کے امام برحق تھے۔ اس گروہ کا عقیدہ کسی حد تک معتزلہ سے بھی مطابقت رکھتا ہے۔ ان میں:۔

نمبر ایک: الزیدیۃ: ان کا پیشوا۔ زید بن علی بن حسین۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امامت مفضول کی بعہد فاضل مصلحتاً جائز ہے۔ اس لئے خلافت ابوبکر و عمر کی بعہد علیؓ مصلحتاً جائز ہے۔ (۲۰۲)

نمبر دو: الجاردویۃ: پیشوا۔ ابو الجارود۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ برحق حضرت علیؓ ہی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے اگرچہ نام نہیں لیا مگر تصریح ان کی ہی فرمائی۔ ان کے بعد امام حسنؓ، پھر امام حسینؓ، پھر امام زین العابدینؓ، پھر فرزند زید بن علی تا محمد بن عبداللہ بن حسن (۲۰۲)

نمبر تین: السلیمانیۃ: ان کا پیشوا۔ سلیمان بن کثیر یا جریر: باوجود حضرت علیؓ کے اُمت کا ابوبکر و عمر کو خلیفہ منتخب کرنا خطاء اجتہادی ہے۔ لہٰذا، شیخین خلیفہ برحق ہیں اور حضرت عثمانؓ و عائشہؓ و طلحہ و زبیرؓ

کافر تھے (نعوذ باللہ)

نمبر چار: البتریۃ :۔ان کے پیشوا کا نام۔کثیر النوی الابتر۔یہ سلیمانیہ کے ہم عقیدہ ہونے کے باوجود حضرت عثمانؓ کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور اکثر ان میں مقلد ہیں جو اصول میں معتزلہ کی اور فروع میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔

نمبر پانچ: النعیمیۃ: پیشوا۔نعیم بن الیمان۔یہ تبریہ اور سلیمانیہ کا ہم عقیدہ ہے مگر حضرت عثمان کے کفر کا قائل ہے۔(۲۰۳)

نمبر چھ: الیعقوبیہ:۔ان کا پیشوا۔یعقوب۔عقیدے کے اعتبار سے ان میں بعض خلافت شیخین کے قایل ہیں اور مسئلہ رجعت کے منکر۔مگر بعض مسئلہ رجعت کے قائل اور خلافت شیخین کے منکر (۳۰۲)

شیخ صاحبؒ شیعوں کی تیسری جماعت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ یہ رافضی ہیں اور ان کے چودہ گروہ ہیں۔ان کا مشترکہ عقیدہ ہے کہ خلافت علیؓ کا ہی حق ہے اور ان کی اولاد کا، جو ان سے خارج نہیں ہوتا مگر غیروں کے ظلم سے یا ان کے تقیہ سے۔امام معصوم ہیں۔سہو اور خطا سے شیخین پر تبریٰ کرتے ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی چیز کے پیدا ہونے سے پہلے اس کا علم نہیں ہو تا۔مردے یوم الحساب سے پہلے دنیا کی طرف لوٹیں گے۔امام کو دینی اور دنیوی تمام باتوں کے علاوہ اور چیزوں کا بھی علم ہوتا ہے۔ان سے مثل انبیاء کے معجزات صادر ہوتے ہیں۔

ان کے چودہ گروہ یہ ہیں:۔

نمبر ایک: القطعیۃ:۔ان کا پیشوا۔محمد بن الحفیہ ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ موسیٰ بن جعفر برحق ہے۔اس کے بعد خلافت محمد بن حنفیہ کا حق ہے جو کہ منتظر ہے اور بعض شیعہ کے برخلاف یہ لوگ موسیٰ کی موت کے قائل ہیں۔(۲۰۳)

نمبر دو: الکیسانیۃ: ان کا پیشوا۔ کیسان مولیٰ امیر المومنین علی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام برحق محمد بن الحنفیہ ہے۔ اس کی شان میں نہایت مبالغہ کرتے ہیں کہ انہوں نے تمام علوم ظاہری یا باطنی وعلوم آفاق اور تمام اسرار پر احاطہ کیا۔ اعتقادات اور ارکان شرعیہ میں تاویل کرتے ہیں۔ بعض تناسخ حلول اور رجعت کے قائل ہیں۔

نمبر تین: الکربیۃ: پیشوا۔ ابن کریب الضریر۔ ان کا عقیدہ عام روافض کا ہے۔

نمبر چار: العمیریۃ: ان کا پیشوا۔ عمیر۔ یہ لوگ عمیر کو امام مہدی کے خروج تک امام مانتے ہیں (۲۰۴)۔

نمبر پانچ: المحمدیۃ:۔ انکے پیشوا کا نام۔ محمد بن عبداللہ۔ عقیدہ: امام قائم رکھنے والا محمد بن حسن ہے۔ جس نے سوائے بنی ہاشم کے ابی منصور کی امامت کی طرف وصیت کی۔

نمبر چھ: الحسینیۃ:۔ ان کا پیشوا حسین بن ابی منصور ہے۔ یہ لوگ حسین بن ابی منصور کی امامت کے قائل ہیں۔

نمبر سات: الناوسیۃ: پیشوا: ناوس البصری: عقیدہ: امام جعفر صادق ابھی تک زندہ ہیں اور وہ دوبارہ ظہور کرنے تک نہ مرینگے۔ بلکہ وہی امام مہدی ہیں۔

نمر آٹھ: الاسماعیلیۃ: ان کا پیشوا اسمٰعیل بن جعفر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفر فوت ہو گئے ہیں اور ان کے بعد اسمٰعیل امام برحق ہے۔ جو منتظر ہے۔

نمبر نو: القرامضیۃ: پیشوا جعفر: ان کا عقیدہ ہے کہ خلیفہ برحق جعفر صادق تک ہوئے۔ جعفر صادق نے محمد بن اسماعیل کی درایت کی تصریح کی اور محمد فوت نہیں ہوا بلکہ ابتک زندہ ہے اور وہی امام مہدی ہے۔

نمبر دس: المبارکیۃ: پیشوا کا نام۔ المبارک۔ عقیدہ: امامت محمد بن اسماعیل کی صحیح ہے اور وہ

فوت ہو چکا ہے اس کے بعد خلافت اس کی اولاد میں باقی ہے۔

نمبر گیارہ: الشمیطیۃ: پیشوا۔ یحیٰ بن ابی شمیط۔ عقیدہ: امام برحق جعفر ہے۔ پھر محمد بن جعفر۔ اس کے بعد خلافت اس کی اولاد میں باقی ہے۔

نمبر بارہ: العماریۃ اوالمعمریۃ ان کوافطحیۃ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کے پیشوا عبداللہ بن جعفر افطح ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بعد امام جعفر کے امامت ان کے فرزند عبداللہ کی طرف منتقل ہوئی۔ کیوں کہ یہ ان کا فرزند اکبر ہے اور اسمٰعیل اصغر۔

نمبر تیرہ: الممطوریۃ: پیشوا۔ موسیٰ بن جعفر ممطورہ۔ یہ لوگ امام جعفر کے بعد فرزندِ موسیٰ کی خلافت کے قائل ہیں اور اس کی موت پر توقف کرتے ہیں۔

ان کی دوسری شاخ الوقفیۃ ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ موسیٰ بن جعفر اب تک زندہ ہے۔ اور وہ فوت نہیں ہوگا، وہی مہدی ہے۔

نمبر چودہ: الامامیۃ: ان کا پیشوا محمد بن حسین ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ امام برحق ہے اور قائم ہے۔ منتظر ہے۔ بعد میں ظہور کرے گا۔ اور زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

تیسرے فرقے کے بارے میں شیخ سید عبدالقادرؒ فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ معتزلہ ہے جس کے چھ فرقے ہیں۔ ان کا مشترکہ عقیدہ ہے کہ اللہ کی کوئی صفت قدیم نہیں۔ اس کا علم قدرت، سمع، بصر، کلام اور ارادہ وغیر تمام اوصاف حادث ہیں۔ اللہ کے عرش پر قرار پکڑنے کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے خیال سے وہ پچھلی رات آسمان دنیا پر اُترنے کا اپنی معلومات کے خلاف بھی ارادہ کرتا ہے اور جو کچھ ارادہ کرتا ہے، کبھی ہوتا ہے، کبھی نہیں ہوتا۔ اپنے غیر کے مقدورات پر اس کو قدرت نہیں۔ بندے اپنے افعال کے آپ مالک ہیں۔ اللہ خالق نہیں۔ انسان اجل کے بغیر بھی مر جاتا ہے۔ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہے۔ اس لئے ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اس کے لئے شفاعت بھی نہیں۔ ان میں اکثر

عذابِ قبر کے بھی قائل نہیں۔ ان کے مطابق مردہ کو زندوں کی دعا اور صدقہ کا ثواب اور فائدہ نہیں پہونچتا۔ نیز اہل جنت کو اللہ کے دیدار کے بھی قائل نہیں۔ (صف ۲۱۱،۲۱۰)

اس کے بعد شیخ صاحب معتزلہ کا تجزیہ کرتے ہیں جو اس طرح ہے:۔

نمبر ایک: الھذلیۃ: ان کا پیشوا احمد ان بن ابوالھذیل العلاف ہے۔ عقیدہ: صفات الٰہیہ اس کے عین ذات ہے۔ کلام الٰہی بعض مخلوق ہے اور بعض غیر مخلوق۔ قدرت الٰہی متناہی ہے۔ وغیرہ

نمبر دو: النظامیۃ: پیشوا۔ ابراہیم بن سیار بن ھانی النظام۔ ان کا عقیدہ: انسان در حقیقت روح کا نام ہے۔ جسم اس کا ظرف ہے۔ اس لئے کہ کسی نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا۔ بلکہ اس کے ظرف کو دیکھا۔ اللہ تعالیٰ میں قدرت نہیں کہ اہل بہشت کی نعمتوں اور اہل دوزخ کے عذاب میں کمی بیشی کر سکے۔ ایمان کفر کی مانند ہے۔ اور طاعت مثل معصیت کے اس طرح فعلِ نبی ﷺ مثل فعلِ ابلیس لعین کے ہے (نعوذ باللہ) (۲۱۲)

نمبر تین: المعمریۃ: پیشوا۔ معمر۔ ان کا عقیدہ: اللہ صرف جسم کا خالق ہے اور عوارضات جسمانی جسم کے اختراعی ہیں۔ اللہ ان کا خالق نہیں۔ قرآن فعل جسمانی ہے۔ فعل الٰہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم نہیں ہے۔

نمبر چار: الجبائیۃ: پیشوا۔ ابوعلی محمد بن عبدالوھاب الجبائی ہے. ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ارادے پورے کرنے میں ان کا تابعدار ہے۔ ان شاءاللہ کہنا بیکار ہے۔ پانچ درہم سے ایک حبہ کم چوری کرنے والا فاسق نہیں۔ یہ کرامات اولیاء اور صحابہؓ وغیرہم کے منکر ہیں۔

نمبر پانچ: البھشمیۃ: پیشوا کا نام۔ ابوھاشم عبدالسلام بن الجبائی۔ ہے. یہ بعض عقاید مثلاً دیدارِ الٰہی سے انکار، اور بندہ کا اپنے افعال کا خالق ہونا وغیرہ میں جبائیہ کے ہم عقیدہ ہیں اور بعض مثلاً

صفات الٰہی موجود بالذات نہیں ۔وغیرہ میں ان سے منفرد ہیں ۔

نمبر چھ: الکعبیۃ: پیشوا کا نام ۔ابوالقسم الکعبی البغدادی ۔عقیدہ: اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر نہیں ۔اور نہ اس میں صفت ارادہ حقیقتاً پائی جاتی ہے۔ (غنیۃ ۲۱۳)

اس کے بعد شیخ صاحبؒ چوتھے فرقہ یعنی مرجیہ اوراس کے بارہ گروہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کا مشترکہ عقیدہ ہے کہ جب کسی نے ایک بار کلمہ پڑھ لیا پھر اگر سارے ہی گناہ کرلے ہرگز دوزخ میں نہ جائے گا ۔ایمان صرف قول کا نام ہے۔عمل ایمان سے خارج ہے۔ وہ صرف احکام شریعت ہیں ۔لوگوں کا ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا ۔ان کا ایمان اور نبیوں اور فرشتوں کا ایمان ایک ہی ہے کم زیادہ نہیں ۔اگر چہ عمل نہ کرے

مرجیہ کے بارہ گروہوں کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں :۔

نمبر ایک: الجھمیۃ: ان کے پیشوا کا نام ۔جہم بن صفوان ۔ ہے .یہ فرقہ دو جماعتوں میں منقسم ہے۔بعض تو عموماً مرجیہ کے ہم عقیدہ ہیں اور بعض جبریہ عقیدہ کے ساتھ متفق ہیں ۔ یہ عموماً انکار صفاتِ باری میں معتزلہ کے بھی موافق ہیں ۔

نمبر دو: الصالحیۃ: پیشوا ۔ابوالحسین صالح بن عمرو الصالحی ۔عقیدہ: ایمان صرف معرفتِ الٰہی کا نام ہے اور عدم معرفت کا نام کفر، تثلیث کا اقرار کرنا کفر نہیں اگر چہ یہ کافروں کا فعل ہے۔انکار رسالت سے معرفت باطل نہیں ہوتی ۔نماز عبادت نہیں ، نہ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور نہ کفر میں (۲۰۷)

نمبر تین: الشمریۃ: پیشوا ۔ابوشمر ۔عقیدہ صالح کا ۔نیز یہ کہ توحید کا اقرار کرنا جبتک کہ اس پر انبیاءؑ کی حجت قائم نہ ہو ۔جب ان کی حجت قائم ہو جائے تو انکار اقرار اور تصدیق بھی ایمان سے ہے لیکن اقرار اور معرفت اس چیز کی جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے وہ لائے ہیں ایمان میں داخل نہیں

نمبر چار: یونسیۃ: پیشوا کا نام۔ یونس السمر یا والبری۔عقیدہ: ایمان صرف معرفت الٰہی، خضوع اور محبت کا نام ہے۔ دخول جنت کے لئے اخلاص اور محبت ہی کافی ہے۔ اعمال و طاعت ضروری نہیں۔ نہ معصیت سے مومن کو کوئی ضرر ہے نہ طاعت داخل معرفت

نمبر پانچ: الیونانیۃ اوالثوبانیۃ:۔ یونان یا ابوثوبان ان کا پیشوا ہے۔عقیدہ: ایمان صرف خدا کی معرفت اور رسول کے اقرار کا نام ہے۔ اور جو بات عقل میں جائز نہیں اس کا کرنا اور جو عقل میں جائز ہے اس کا نہ کرنا ایمان سے متعلق نہیں۔ غرض یہ کہ کل اعمال ایمان سے خارج ہیں۔

نمبر چھ: النجاریۃ: ان کے پیشوا کا نام۔حسن بن عبداللہ النجار۔ ہے. یہ لوگ صفات باری میں معتزلہ کے ہم عقیدہ ہیں۔ ان کے مطابق دیدار الٰہی محال ہے اور یہ ممکن ہے کہ معرفت قلبی دل سے منتقل ہو کر آنکھوں میں سما جائے اور بجائے دل کے آنکھیں معرفت الٰہی حاصل کرلیں تو یہی دیدار الٰہی ہے۔ کلام الٰہی مخلوق ہے۔ نیز یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات ہر جگہ اور ہر مکان میں موجود ہے۔

نمبر سات: الغیلانیۃ: ان کا پیشوا۔غیلان بن مروان یا ابن حارث۔ ہے. یہ شمریہ کے ہم عقیدہ ہے۔ ان کے نزدیک اقرار باللسان ہی تصدیق ہے۔

نمبر آٹھ: الحنفیۃ: ان کے پیشوا کا نام ابوحنیفہ' نعمان بن ثابت' ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف معرفت الٰہی اور اقرار کرنا ہے اللہ تعالٰی اور رسول کا اور جو کچھ وہ اللہ تعالٰی کے پاس سے لائے ہیں۔ اجمالی طور سے، اسی طرح ذکر کیا برہوتی نے [1] (غ ۲۰۸

---

[1] نوٹ:۔ امان اللہ خان سرہندی ایک حنفی عالم مترجم' غنیۃ الطالبین' مذکورہ جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے حاشیہ میں ابوحنیفہؒ کی طرف اس عقیدہ کو منسوب کرنے کا رد فرما کر دراصل اس پر غیر مقلدین کی کارستانی کا لیبل چسپاں کرتے ہیں لیکن اسی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے مولانا شبلی نعمانی وکیل

حنفیت کتاب 'سیرۃ النعمان' (مطبوعہ عماد پبلکیشنز، دہلی۔ سن اشاعت ۱۹۸۷ء) کے صفحہ ۱۴۴ پر امام ابوحنیفہؒ کے ایک خط کا ذکر کرتے ہیں جو امام صاحب نے عثمان بتیؒ (ایک مشہور محدث) کے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا جس میں عثمان بتیؒ نے لکھا تھا کہ "لوگ آپ کو مرجیہ کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ آپ مومن کو ضال (گمراہ) ہونا جائز قرار دیتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ "مجھ کو ان باتوں سے بہت رنج ہوا"۔ اس کے جواب میں ابوحنیفہؒ لکھتے ہیں۔ "الذین آمنوا و عملوا الطلحت و مَن یومن باللہ و یعمل صالحاً" اور اس قسم کی اور آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل نہ ہونے سے ایمان نہیں جاتا رہتا ہے۔ البتہ اگر تصدیق و اعتماد نہ ہو تو مومن کا اطلاق نہیں ہو سکتا، عمل و تصدیق دو جداگانہ چیز ہونا اس لئے ظاہر ہوتا ہے کہ تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان (پیغمبر و فاسق) برابر ہیں۔۔۔ لیکن ستم ظریفی تو یہ ہیں کہ قرآن میں اس طرح کی کوئی آیت ہی نہیں ہے۔)

---

نمبر نو: الشبیبیۃ: ان کا۔ پیشوا محمد بن شبیب ہے. ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف وحدانیت کا اقرار کرنا اور تشبیہ کا اس سے انکار کرنا ہے۔

نمبر دس: المعاذیۃ: پیشوا۔ معاذ الموصی۔ عقیدہ: جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کی نسبت کہیں گے کہ اس نے فسق کا کام کیا۔ لیکن اسکو فاسق نہ کہیں گے۔ اور فاسق آدمی نہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور نہ دوست۔

نمبر گیارہ: المریسیۃ: ان کے پیشوا کا نام۔ بشر بن غیاث المریسی۔ ہے. ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے جو دل اور زبان سے ہو۔ اور کفر انکار کا نام ہے (عملیات کو اس میں دخل نہیں) چنانچہ چاند سورج بت کو سجدہ کرنا کفر نہیں صرف کفر کی علامت ہے۔

نمبر بارہ: الکرامیۃ: پیشوا۔ ابوعبداللہ محمد بن کرام۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ایمان صرف

اقرار باللسان کا نام ہے۔ نہ تصدیق بالقلب کا۔ منافقین بھی مومن حقیقی ہیں اور ان میں بہت سے مختلف فرقے شامل ہیں۔

پانچواں فرقہ مشبہ اور اس کے تین گروہوں کا بیان کیا گیا۔ ان کا

مشترکہ عقیدہ ہے کہ یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کی صورت میں ظہور کرے مثلاً جبرئیلؑ کے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کو چھو سکتے ہیں۔ اور مصافحہ کر سکتے ہیں۔ اور اس کے مخلص بندے اس کو دنیا اور آخرت میں دیکھتے ہیں (ملل ۵۸)

مشبہ کے تین گروہ یہ ہیں:۔

نمبر ایک: الھشامیۃ: ان کے پیشوا کا نام۔ ھشام بن الحکم ہے. یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا جسم ایک نور ہے۔ جو چوڑا لمبا اور موٹا چمکدار ہے مثل چاند یکے ٹکڑے کے جو حرکت کرتا ہے اور ٹھہر جاتا ہے۔ کھڑا ہو جاتا ہے اور بیٹھ جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ سب سے بہتر قد سات بالشت ہے (غ۔۲۱۴)

نمبر دو: المقاتلیۃ: ان کا پیشوا۔ مقاتل بن سلیمان ہے ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم اور صورت مثل انسان کے ہے جس کے گوشت، خون، جوڑا۔ اعضاء، سر، زبان، گردن، وغیرہ ہیں باوجود اس کے وہ غیر مشابہ ہیں۔

نمبر تین: الواسمیۃ: پیشوا۔ نا معلوم۔ (مجہول). ان کا عقیدہ مشبہ کے عقیدہ پر ہے۔

چھٹا گروہ: جہمیۃ کا ہے۔ ان کے پیشوا کا نام جہم بن صفوان ہے۔ یہ گروہ مرجیہ سے الگ ہو کر معتزلہ اور جبریہ کے عقائد پر ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس کے پیدا کرنے سے پہلے نہیں جانتا۔ انسان اپنے کاموں پر مختار نہیں وہ خود ارادہ نہیں کر سکتا ہے بلکہ قدرت الٰہی کی طرف سے

مجبور ہے۔اوراس کا مکلّف ہونا اورثواب وعذاب کا دیا جانا  اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبر ہے۔

ساتوں گروہ:ضراریۃ ہے.ان کا پیشوا،ضرار بن عمرو ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معنی سے عالم وقادر ہے کہ وہ جاہل اور عاجز نہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی بھی ماہیت ثابت ہے۔مگراس کا علم اس کو ہے۔یعنی وہ اپنے نفس کا شاہد ہے۔مگراس کی دلیل اس کو معلوم نہیں۔

آٹھواں گروہ:النجاریۃ الصفاتیۃ۔ان کا پیشوا۔حسن بن محمد بن عبداللہ النجار ہے۔اول یہ فرقہ معتزلہ کے عقائد پر مشتمل رہا،بعد میں ایک جماعت الگ ہوکر برخلاف روش سلف کے صفات باری میں تاویل کرنے لگےاورشیعہ کی طرح تشبیہ تک نوبت پہنچانے لگے۔اورکئی جماعتوں میں منقسم ہو گئے

نواں گروہ: الکلابیہ۔ان کا پیشوا۔ابوعبداللہ بن کلاب ہے۔ان کا عقیدہ ہے کہ صفات الٰہی نہ قدیم ہے نہ حادث۔نہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی صفتیں عین ہیں یا غیر۔اورنا ہی یہ استواء علی العرش کے قائل ہیں۔کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مکان،قرآن حروف نہیں (غ۔۲۱۵،حقیقۃ الفقہ)

شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کی کتاب'غنیۃ الطالبین' کے علاوہ جن علماء کی کتابوں میں ان فرقہ ضالہ کا تذکرہ ہےان میں علامہ شہرستانی کی کتاب الملل ، اورشیخ ابوزھرہ،مصری کی کتاب 'ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ اراءہ و فقھہ'وغیرہ قابل ذکر ہے۔

# باب دوم

## ان فرقوں کا وجود اور رد

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ فرقے تبھی وجود میں آئے جب کچھ لوگوں نے احادیث نبویﷺ کے ساتھ کھلواڑ کر کے ان میں مسلکی تعصب، فلسفہِ یونان، وفلسفہِ ہندوایران کے بیج بو نے کی نا کام کوششیں کیں۔ اور کچھ نے عبادات وغیرہ میں غلو سے کام لینا چاہا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کو جب ان لوگوں کے بارے میں پتہ چلا تو ان کے خلاف کمر بستہ ہونے کے ساتھ ساتھ احادیث کی سماعت میں بھی احتیاط برتنے لگے۔

### ابن عباسؓ کا حدیث کے معاملے میں احتیاط:

مقدمہ صحیح مسلم میں بروایت مجاہدؒ ہے کہ بشیر عدوی ایک بار ابن عباسؓ کے پاس آ کر نبی اکرم ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتا ہے۔ مگر ابن عباس ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے اور نا ہی ان کی بات پر دھیان دیتے۔ تو وہ کہنے لگتے ہیں۔ ابن عباس! کیا بات ہے کہ آپ کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث سناتا ہوں مگر آپ سن نہیں رہے ہیں۔" ابن عباسؓ فرماتے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ جب کوئی "قال رسول اللہ ﷺ" کہتا تو شوق سے ہماری آنکھیں اُٹھ جایا کرتی تھیں اور ہم اس کی بات توجہ سے سنتے تھے۔ مگر جب سے لوگوں نے اچھا اور برا طریقہ اختیار کر لیا ہے تب سے ہم ان سے وہی حدیث قبول کرتے ہیں جسے ہم جانتے ہیں" اس واقع سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صحابہ نے بھی اپنے زمانے میں ان گمراہ لوگوں کے ارادوں کو اچھی طرح سے بھانپ لیا تھا۔۔۔ دراصل یہ ان لوگوں کے لئے بھی ایک نصیحت ہے جو احادیث کہنے اور سننے میں کافی تساہل سے کام لیتے ہیں

۔دیکھا جائے تو کشمیر میں ایسے لوگوں کا عام رواج ہے۔۔۔

## صحابہ کا بدعات کے خلاف طرزِ عمل:

وضعِ حدیث کے علاوہ ان فرقہ ضالہ نے عبادات میں بھی نئے نئے طریقے نکالنے کی بے حد کوششیں کی۔مولانا محمد یوسف ''حقیقۃ الفقہ'' میں ابونعیم البصری کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود نے سنا کہ کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر جہراً ''لا الہ الا اللہ اور درود'' شریف پڑھتے ہیں۔یہ خبر پا کر آپ گئے۔اور فرمایا کہ اے لوگوں! میں نے رسول اللہﷺ کے زمانے میں کسی کو کلمہ اور درود پڑھتے اس طرح نہیں دیکھا۔اس لئے میں تم کو بدعتی جانتا ہوں۔بس یہی کہتے رہے یہاں تک کی ان کو مسجد سے نکلوادیا۔

عبداللہ بن زید المحمود کے ''رسائل الشیخ'' میں بھی یہ واقع اس طرح ہے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوموسیٰ الاشعریؓ نے سنا کہ کوئی آدمی کچھ لوگوں کو سو مرتبہ ''لا الہ الا اللہ''، سو مرتبہ ''سبحان اللہ'' اور سو مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھاتا ہے۔تو انہوں نے دیکھ کر ان تسبیحات سے منع فرمایا اور کہا اس کے بدلے اپنے گناہ شمار کرو، ہم ذمہ دار ہے کہ تمہاری نیکی ضایع نہ ہوگی۔مسند دارمی کے حوالے سے ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے لوگوں کو سو سو بار کنکریوں پر تسبیح کرتے ہوئے دیکھا تو کہا۔کہ تم ان کنکریوں پر اپنے گناہ شمار کرو، میں اس بات کی ضمانت لیتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے اللہ تعالیٰ کچھ ضایع نہ کرے گا۔تعجب ہے تم پر اے امتِ محمدﷺ! کتنی جلدی تم لوگ ہلاک و گمراہی میں پڑ گئے ہو، ابھی تک تو رسول اللہﷺ کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک تو نبی اکرمﷺ کے چھوڑے ہوئے برتن بھی نہیں ٹوٹے۔اور تم ہو کہ اتنی جلدی بدعت و گمراہی میں گرفتار ہو گئے۔

یہ دینی غیرت ہی تھی کہ صحابہ ان کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے صحابہ کے علاوہ ہمارے اسلاف بھی بدعت تو کیا! نبی اکرمﷺ کی کسی بھی سنت میں تھوڑی سی ہیر پھیر کو بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے

اور کبھی کبھار آپس میں بھی مناظرہ کرتے تھے۔

## ابو حنیفہؒ کا عبداللہ ابن مبارک کے ساتھ مناظرہ:

طرح التقریب میں امام بیہقی کے حوالہ سے وکیع کے ذریعہ روایت ہے کہ کہا: میں ایک بار کوفہ کی مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا تو وہاں ابو حنیفہؒ بھی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے اور ان کے پہلو میں عبداللہ بن مبارکؒ بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب عبداللہ، رکوع وغیرہ میں جاتے تو رفع الیدین کرتے اور ابو حنیفہ ایسا نہ کرتے۔ جب دونوں نماز سے فارغ ہو گئے تو ابو حنیفہ نے کہا۔ اے عبدالرحمٰن! میں نے دیکھا کہ تم کثرت سے رفع الیدین کرتے ہو۔ کیا تم نے اُڑنے کا ارادہ کر لیا تھا؟۔ اس پر عبداللہ نے کہا: ابو حنیفہؒ میں نے دیکھا کہ تم نے نماز کے افتتاح میں رفع الیدین کیا۔ کیا تم کو اُڑنے کا ارادہ تھا۔ وکیعؒ فرماتے ہیں کہ اس پر ابو حنیفہؒ کوئی جواب نہ دے سکے، اور خاموش ہو گئے۔ نیز فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ کی حاضر جوابی سے بڑھ کر کوئی حاضر جوابی نہیں دیکھی۔

## امام اوزاعیؒ اور سفیان ثوریؒ کا مناظرہ:

اسی طرح امام بیہقی سفیان بن عیینۃ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار امام اوزاعی اور سفیان ثوری منٰی میں ملیں تو وہاں پر اوزاعی نے ثوری سے کہا: تم رکوع میں جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کیوں نہیں کرتے؟۔ تو ثوری نے جواب دیا ''ہم نے یزید بن زیاد سے حدیث سنی تو اوزاعی نے کہا: میں تمھیں زھری سے (وہ سالم سے۔۔۔۔ اسی طرح حدیث نبی اکرم ﷺ تک پہنچا کر) بیان کرتا ہوں: اس لئے یزید کی روایت کا کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ وہ ضعیف الحدیث اور مخالف سنت ہے۔ سفیان بن عیینۃ کہتے ہیں کہ یہ سنتے ہی سفیان کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ تو اوزاعی نے کہا۔ لگتا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا شاید تم کو بہت بُرا لگا۔ تو اس پر ثوری نے ہاں میں جوب دیا۔ اوزاعی نے فوراً جواب دیکر کہا ٹھیک ہے، ہم دونوں کھڑے ہو کر اس مقام پر مباہلہ کرینگے تا کہ

پتہ چلے کہ کون حق پر ہے۔ یہ بات سنتے ہی ثوری نے تبسم کیا اور اوزاعی کی طرف دیکھ کر رک گیا اور اس کے لئے تیار نہ ہوا۔ (طرح التقریب)

## وضع حدیث کی ایک مثال

صحابہ کے دور کے بعد وضع حدیث کا دروازہ زبردست طریقے سے کھل گیا۔ گمراہ لوگوں نے اتنی حدیثیں وضع کرلیں کہ جن کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ یہاں پر دو مثالیں دے رہا ہوں تاکہ حقیقت حال سے واقفیت حاصل ہو جائے۔

### غیاث بن ابراہیم کا وضع حدیث:

ایک دفعہ غیاث بن ابراہیم نخعی کوفی، عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں حاضر ہوا۔ مہدی نے ایک کبوتر پال رکھا تھا اور وہ اس کے ساتھ تفریح طبع کرتا تھا۔ وہ کبوتر بھی موجود تھا۔ غیاث بن ابراہیم سے کہا گیا کہ امیر المومنین کو کوئی حدیث سنائے۔ اس نے فوراً کہا مجھے فلاں شخص نے حدیث سنائی اس نے فلاں سے اس نے نبی ﷺ کو کہتے سنا کہ مقابلہ صرف، تیتر، اونٹ، گھوڑے اور پرندے میں جائز ہے۔ مہدی نے اسے درہموں سے بھری ہوئی تھیلی دینے کا حکم دیا۔ جب وہ اُٹھا تو مہدی نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ اس کی گدی ایک واضع حدیث کی گدی ہے۔ پھر کہا اس حدیث کو وضع کرنے کی وجہ صرف میری ذات ہے۔ چنانچہ کبوتر کو ذبح کر کے پھینک دیا۔ (علوم الحدیث)

### مامون بن احمد ھروی کا وضع حدیث:

مامون کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ کسی نے اس سے کہا تھا کہ تم دیکھتے نہیں کہ امام شافعی کے پیرو خراسان میں کس قدر پھیلتے جا رہے ہیں۔ اس نے فوراً جواب دیا میں نے احمد بن عبداللہ سے سنا اس نے عبداللہ بن معدان ازدی سے اس نے حضرت انس ؓ سے مرفوعاً روایت کیا کہ میری اُمت میں ایک شخص محمد بن ادریس ہوگا وہ میری اُمت کے لئے ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہوگا اور میری اُمت

میں ایک دوسرا شخص ہوگا جس کو ابو حنیفہ کہیں گے۔ وہ میری اُمت کا چراغ ہے (علوم الحدیث)

چنانچہ ایسے وضاعین، جنہوں نے اعمال، عقائد اور احکامات وغیرہ میں مختلف قسم کے چور دروازے کھول رکھے تھے کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد بن سیرینؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام مالکؒ، امام بخاریؒ، اور مسلمؒ وغیرہم جیسے اصحاب کو پیدا کرلیا۔ ان کی سرکوبی کے بعد یہ گمراہ کن افراد خود اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنے لگے۔ حماد بن زید کے مطابق زنادقہ نے چودہ ہزار حدیثیں وضع کی تھیں۔ عبدالکریم بن ابن ابی العوجا، نے قبول کرلیا کہ اس نے چار ہزار حدیثیں وضع کی تھیں۔ اس سے اندازہ لگنا چاہئے کہ ان لوگوں نے کتنے بڑے شر وفتن کا دروازہ کھول رکھا تھا۔

## باب سوم

## حدیث کی جانچ اور فن

محدثین کرام نے وضع حدیث کی جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے حدیث اور راویوں کی جانچ پرکھ اور معیار کے لئے مختلف اصول تیار کئے۔ اگرچہ ابتداء میں حدیث کے پرکھ کا زیادہ تر دارومدار ذوقِ سلیم پر ہی مبنی تھا۔ اور محدثین کرام حدیث کو اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر جانچتے تھے۔ جیسے کہ محمد بن سیرینؒ۔۔۔ ان کے پاس ایک مرتبہ ابوقلابہ کی ایک حدیث ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا ابوقلابہ صالح انسان ہے مگر اس نے حدیث گُس لی ہے۔ لیکن بعد میں اس جانچ پرکھ نے باضابطہ ایک فن کی شکل اختیار کی اور یہ فن ''اصول حدیث'' کے نام سے موسوم ہوا۔ اس فن کے تحت حدیث کو (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف اور (۴) موضوع میں تقسیم کیا گیا۔ اس فن سے واقفیت بھی بہت ضروری ہے اس لئے یہاں پر اس کی مختصر تعاریف بیان کی جائے گی جو یہ ہے:۔

**صحیح حدیث کی تعریف:** ''الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ بنقل العدل

الضابط عن العدل الضابط حتیٰ ینتھیَ الیٰ رسول اللّٰہصلّے اللّٰہ علیه و سلّم او الیٰ منتھاہ من صحابیٌّ او من دونه و لایکون شاذاً و لا معلاً ''صحیح اس مسند حدیث کو کہتے ہیں جس کو صاحب العدالت اور ضابط راوی دوسرے عدل اور ضابط راوی سے روایت کرے۔ یہاں تک کہ نبیؐ یا صحابی یا تابعی تک پہنچ جائے اور وہ معلل اور شاذ بھی نہ ہو۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۲۱)

**حدیث حسن کی تعریف:** ''ھو ما اتّصل سندہ بنقل عدلٍ خفیف الضبط و سلم من الشذوذ و العلة'' حدیث حسن وہ ہے جس کی سند متصل ہو اور جس کا راوی صاحب العدالت مگر خفیف الضبط ہو اور اس میں شذوذ و علت نہ ہو۔ (شرح نخبہ ص ۱۱)

**ضعیف کی تعریف:** ''ما لم یجتمع فیه صفات الصحیح و لا صفات الحسن ''ضعیف حدیث وہ ہے جس میں حدیث صحیح اور حسن کی صفات نہ پائی جاتی ہوں۔ (التدریب ۵۹۔) (ماخوذ من علوم الحدیث لدکتور صبحی صالح)

یہ وہ تین قسمیں ہیں جن کے بارے میں علماء کی رائے ہے کہ کوئی ایسی حدیث نہیں جو ان تین عظیم اقسام میں شامل نہ ہو۔ (علوم الحدیث)

دراصل ان اقسام کے تجزیہ کے بعد حدیث کے بے شمار فروعی اقسام حاصل ہوتے ہیں۔ امام حازمیؒ کے مطابق۔ ''علم حدیث کی قسمیں سو تک پہنچتی ہیں۔ ہر نوع ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر طالب علم اپنی پوری عمر بھی اس نوع میں کھپا دے تو بھی اس کی انتہا کو نہیں پا سکتا۔'' (علوم الحدیث)

**اصول تفسیر:**

جس طرح علماء کو حدیث کی جانچ پرکھ کے لئے کچھ اصول وضع کرنے پڑے اسی طرح فہم

قرآنی کے علاوہ باطل افراد کے عقاید باطلہ سے بچنے کے لئے بھی قرآن سے بعض قواعد کی تلاش کرنی پڑی تا کہ ان کے منہ پر طمانچہ پڑ سکے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں من مانی تاویلات کر کر کے بہت سارے سیدھے سادھے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ان نیک بندوں نے دن رات ایک کر کے قرآن وحدیث سے اہم نقاط جمع کر کے ایک اور نئے مستقل فن کی بنیاد ڈال دی جو فن ''اصول تفسیر'' کے نام سے مشہور ہوا اور یہ فن بھی امت مسلمہ کے لئے ایک اور مشعل راہ بن گیا۔

## فن تفسیر کا ماخذ

فن حدیث کی طرح فن تفسیر کی بنیاد درحقیقت نبی اکرمؐ کے مبارک ہاتھوں سے ہی پڑی ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب عدی بن حاتم کے بارے میں کہا گیا کہ وہ سحری تب تک کھاتا ہے جب تک سفید دھاگے کے ساتھ کالا دھاگہ نظر نہ آتا۔ یہ سن کر نبیؐ نے عدیؓ کو بُلا کر اس عمل سے ان کو منع فرمایا۔ حالانکہ قرآن کے الفاظ اسی پر بظاہر دلالت کرتے تھے۔ جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے ''کلوا واشربوا حتیٰ یتبیّنَ لکم الخیطُ الابیض من الخیطِ الاسود'' (البقرۃ۔۱۸۷)۔ مگر اللہ کے نبیؐ نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے سیاہ دھاگے سے رات اور سفید دھاگے سے دن مراد لیا۔ اسی طرح آپؐ نے 'مغضوب علیھم' سے یہود اور ''ضالین'' سے نصاریٰ کی تشریح کی۔ (ابن کثیر)

صحابہ نے جب قرآن کی یہ آیت سنی ''الذین امنوا ولم یلبسوُا ایمانھم بظلمٍ'' (الانعام۔۸۲) یعنی: (جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے خلط ملط نہیں کیا)۔ تو انہوں نے اعتراض کیا کہ 'ہم میں سے کس نے ظلم نہیں کیا' آپؐ نے فرمایا 'یہ مطلب نہیں ظلم سے شرک مراد ہے۔ (مسند احمد)

چنانچہ اس آیت میں ظلم عام وارد ہوا تھا لیکن آپؐ نے اس کو شرک سے مخصوص کیا' کیوں کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔اسی طرح قرآن میں چور کی سزا کا ذکر بیان فرمایا گیا۔"فاقطعوا ایدیھما" یعنی: ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ (المائدہ۔۳۸)      اگر چہ قرآن میں مطلق ہاتھ کا تذکرہ ہے لیکن آپؐ نے اس کو "دائیں ہاتھ" کے ساتھ مقید فرمایا۔

نیز قرآن میں کوئی آیت کبھی کسی جگہ پر مجمل آئی ہے تو آپؐ نے اس کی تفصیل بیان فرمائی۔ مثلاً قرآن کی بہت ساری آیات میں "اقیموا الصلاۃ" کا لفظ استعمال کیا گیا لیکن اس کی تفصیل آپؐ نے بیان کی اور فرمایا"صلوا کما رایتمونی اُصلی"یعنی: نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو" (بخاری) یا حج کے بارے میں آپؐ کا فرمان ہے۔ "خذوا عنی مناسککم"یعنی مجھ سے احکام حج سیکھ لو۔ (بخاری)

چنانچہ یہی وہ بنیادی نقطے ہیں جن کے ذریعہ اصول تفسیر کا ایک بیش قیمتی سرمایہ حاصل ہوا۔اور اس سے (۱) توضیح مشکل (۲) تخصیص عام (۳) تقید مطلق (۴) مجمل و مفصل

(۵) استثناء (٦) منطوق و مفہوم (۷) اور ناسخ و منسوخ جیسے اصول و قواعد کا استنباط ہوا۔علاوہ ازیں قرآن فہمی کے لئے آیاتِ مبارکہ کے شان نزول کی جانکاری کا بھی بے حد خیال رکھا گیا تا کہ ان کج روؤں کو اس دروازے سے بھی داخل ہونے کا موقع نہ مل سکے جن کا مقصد اسلامی عقاید کو زک پہچانا تھا ۔دراصل یہ اصول بھی قرون اولیٰ کا ہی مرہون منت ہے۔کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں ایسا واقع پیش آیا کہ جارود نامی ایک شخص نے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آ کر شکایت کی کہ قدامہ بن مظعون نے شراب پی اور اس پر نشہ کی کیفیت طاری ہوگئی۔آپؓ نے فرمایا "کوئی گواہ پیش کیجئے" جارود نے کہا۔"ابوھریرہؓ اس کے گواہ ہیں"۔حضرت عمرؓ نے قدامہ کو مخاطب کر کے کہا "میں آپ کو شراب نوشی کی سزا دوں گا"۔قدامہ نے کہا "اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میں نے شراب نوشی کا ارتکاب کیا

بھی تو آپ مجھے سزا نہیں دے سکتے''۔ اس لئے کہ ارشاد الٰہی ہے۔"لیس علی الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت جناح فی ماطعموا اذا ما اتقو و ا منوا و عملوا الصٰلحٰت" (المائدہ ۔۳۹) یعنی: (جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے۔ جبکہ انھوں نے پرہیز کیا اور نیک کام کرتے رہے۔۔) قدامہ نے کہا۔'' میں اس آیت کا مصداق ہوں۔ میں ایمان لاچکا ہوں اور اعمال صالحہ بھی انجام دیے ہیں ۔علاوہ ازیں نبی اکرمؐ کی رفاقت میں غزواتِ بدر، اُحد، خندق وغیرہ میں شریک ہو چکا ہوں۔

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: کوئی شخص اس کا جواب دے گا؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا: جولوگ حرمتِ شراب سے پہلے فوت ہو چکے تھے، یہ آیت ان کو معذور قرار دینے کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی ۔شراب قطعی حرام ہے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے''انما الخمر و المیسر و الانصاب و الازلام رجسٌ مِن عمل الشیطان"۔ (یعنی: شراب، جوا، بتوں کی تھان اور پانسے کے تیر پلید اور شیطانی کام ہیں)۔ (تفسیر قرطبی)

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ وہ رہنما اصول ہے کہ جن سے مسلمان ان گمراہ فرقوں کے چنگل سے بچ گئے جنہوں نے قرآن کی غلط تاویلات کرنے کی وجہ سے ان کو ہلاکت کی گھاٹی تک پہنچانے میں کوئی قصر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ چنانچہ ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے ایک اور اصول وضع کیا گیا جس کو اصول الفقہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

### اصول الفقہ کی وجہ

یہ اصول دراصل قرآنی آیات کے احکامات کے علاوہ عبادات ومعاملات کو سمجھنے کے لئے وجود میں لایا گیا۔ کیوں کہ اس فن سے ناواقفیت کی بناپر لوگوں نے ایسے طریقے ایجاد کئے تھے اور کر

رہے ہیں کہ جن سے مختلف قسم کے بدعات اور شر وفساد کے دروازے کھل گئے۔ مثلاً کچھ لوگوں کا حضرت عمرؓ کی تراویح با جماعت ادا کرانے پر لفظ ''یہ کتنی اچھی بدعت ہے'' کہنے سے بدعت کی ایک قسم کو جائز جاننا۔ اور اس سے اس کو بدعت حسنہ قرار دینا۔ اور اس بدعت کے تحت مسجدوں میں شور وغل ،آستانوں اور گھروں میں ختمات المعظمات کی محفلیں ،قبرستانوں پر چراغاں ،صوفیہ کے انوکھے کرتب ، کے ساتھ ساتھ غیر مشروع اوراد و وظائف ،عید میلاد کی محفلوں اور شب برات وغیرہ کی محفلوں کا زبردست اہتمام کرنا کہ گویا یہ سب شریعت اسلامی کا لاینفک جز ہے۔ ان لوگوں کے لئے نبی اکرمؐ کا یہ فرمان ہی کافی تھا کہ ''کل بدعةٍ ضلالة'' (یعنی: ہر کوئی بدعت گمراہی ہے)۔ لیکن افسوس! کہ ان کو ان چیزوں میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ ورنہ آپؐ کا یہ فرمان ایک ایسی لفظی تلوار تھی کہ جس سے کوئی بھی بدعت، چاہے وہ حسنہ ہو یا سیئہ ،نہیں بچ سکتی تھی۔ ان کا حضرت عمرؓ کے لفظ ''یہ کتنی اچھی بدعت ہے'' سے بدعت حسنہ کی دلیل لینا کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ شریعت اسلامی میں کسی بھی بدعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

**حضرت عمرؓ کا کہنا کہ ''یہ کتنی اچھی بدعت ہے''۔**

حضرت عمرِ فاروقؓ آپؐ کے اس فرمان سے کہ ''کل بدعةٍ ضلالة'' سے بخوبی واقف تھے اس لئے انہوں نے عملی اقدام کر کے نبی اکرمؐ کے بعد کسی بھی بدعت کو پنپنے نہیں دیا۔ اس کے مطالعہ کے لئے سیرت و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ رہا ان کا بدعت حسنہ کہنا تو اس سے حدیث کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیوں کہ حضرت عمرؓ کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ نبی اکرمؐ کے دل مبارک کی یہی خواہش تھی کہ تراویح با جماعت ادا ہو۔ اس لئے کہ آپؐ نے جب رمضان کے آخری عشرہ کی پہلی طاق راتوں میں تراویح با جماعت پڑھائی تو چوتھی رات جب مسجد مصلیوں سے بھر گئی۔ تو اس دن آپؐ فجر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور فجر کی نماز کے بعد آپؐ لوگوں کی طرف مخاطب

ہوئے اور کلمہ شہادت کے بعد فرمایا۔ لوگو! اتنی بڑی تعداد میں آپ حضرات کے جمع ہونے سے میں بے خبر نہیں تھا لیکن ڈرتا تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے تو تم اس کو ادا نہیں کر سکو گے۔'' آپؐ کا یہ فرمان اس بات کی گواہی ہے کہ آپ ﷺ اس نماز کو با جماعت ادا کرنا چاہتے تھے لیکن فرض نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ترک کر دیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپؐ کی اسی خواہش کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تراویح با جماعت ادا کرانے کا حکم دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کو بدعت حسنہ کہا۔ جو لغوی تھا، نہ کہ شرعی۔ ورنہ نعوذ باللہ من ذالک اس سے نافرمانی لازم آتی ہے جس کا ہم بلالحاظ مسلک تصور بھی نہیں کر سکتے۔

## باب چہارم

## بدعت اور اس کے اسباب

**بدعت کیا ہے؟** **دراصل** بدعت کا مادہ تین حرفی (یعنی ب، د اور ع) ہے۔ بدع مجرد بابِ فتح پر آنے سے اس کا مطلب: ایجاد کرنا، کوئی چیز بغیر نمونہ بنانا اور ابتداء کرنا ہے۔ عرب کہتے ہیں ''فلانٌ بدعٌ فی الامر'' یعنی فلان نے اس کام کو پہلی بار کیا۔ البدعۃ: وہ چیز جو بغیر کسی سابق مثال کے بنائی جائے۔ یا مذہب میں نئی رسم۔ ابوبکر الجزائری ''الانصاف فیما قیل فی المولد'' میں فرماتے ہیں کہ بدعت سنت کی ضد ہے اور یہ ابتدع سے مشتق ہے اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی چیز کو مثال سابق کے مطابق نہ پایا جائے۔

اصطلاحی لحاظ سے:"کل ما لم یشرعه اللّٰہ فی کتابه او علی لسان رسوله محمد ﷺ مِن معتقد او قول او فعل"یعنی ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے مشروع نہ کیا ہو، نہ اپنی کتاب سے، نہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے: چاہے وہ اعتقادی ہو، قولی ہو، یا فعلی ہو۔ بالفاظ دیگر بدعت ہر وہ چیز جس کو ثواب کی نیت سے دین سمجھ کر کیا جائے اور اس کا ثبوت نہ تو نبی اکرمؐ کے زمانے میں اور نا ہی صحابہؓ کے دور میں پایا جائے۔ باقی حضرت عمرؓ کا تراویح با جماعت ادا کرانا یا حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قرآن جمع کرانا نعوذ باللہ کوئی بدعت نہیں بلکہ یہ ایک ایسی رحمت ہے کہ جن سے بہت سی مشکلات کا ازالہ ممکن ہوا۔ مسلمانوں کو جو جدید مسائل درپیش ہیں ان کا حل انہی دو اصول میں مضمر ہے فقہاءِ کرام نے ان سے (۱) استحسان اور (۲) مصالح مرسلہ جیسے فقہی قواعد کا استنباط کیا۔ جو بدعت کے بالکل برعکس ہیں۔

## مصالح مرسلہ

یہ وہ مصلحتیں ہیں جو شریعت کے عمومی مزاج سے مطابقت رکھتی ہوں لیکن متعین طور پر اس کے معتبر ہونے یا نا قابل اعتبار ہونے کا نص میں کوئی ذکر نہ ہو۔ بعض علماء نے ان میں اور بھی نقاط جوڑے ہیں۔ مثلاً:

(۱) وہ مصلحت معقول ہو، جس کو طبعیت سلیمہ قبول کرتی ہو۔

(۲) وہ مصلحت عملاً پائی جاتی ہو، محض موہوم نہ ہو۔

(۳) وہ مصلحت عام ہو، کسی خاص شخص کی مصلحت ملحوظ نہ ہو۔

(۴) شریعت میں نہ اس کے معتبر ہونے کا صراحتاً ذکر ہو اور نہ اس کو نا معتبر قرار دیا گیا ہو۔

اس اصول کے تحت قرآن کا جمع کرنا ثابت ہے۔ نیز اسی اصول کے تحت دینی اداروں کا قیام ،اور اشاعت اسلام کے لئے ویڈیو اور آڈیو ٹیپوں کا استعمال بھی ممکن ہوا۔

## استحسان:

اس کی تعریف یہ ہے کہ بظاہر ایک معاملے میں قیاس تو ایک حکم لگا تا ہے مگر عظیم تر دینی مصلحتیں ایک دوسرے حکم کا تقاضا کرتی ہیں۔ اس لئے پہلے حکم کے بجائے دوسرے حکم کو ترجیح دے کر جاری کیا جائے۔ بہر حال اس کے لئے شرط یہ ہے کہ ظاہر قیاس کو چھوڑ کر خلاف قیاس حکم لگانے کے لئے کوئی قوی تر دلیل ہونی چاہئے۔ یہ اصول حضرت عمرؓ کی با جماعت تراویح ادا کرانے کے تحت معمول بہ ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (حنفی) اس کی فروعات کی کچھ قسمیں بیان کرتے ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) استحسان بالنص: وہ استحسان جس میں نص کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا جائے۔ مثلاً قیاس کا تقاضا ہے کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جائے کہ نص میں مطلق اکل وشرب سے روزہ ٹوٹنے کا حکم ہے۔ مگر حدیث میں ہے کہ ''اذا نسیَ فاکل و شرب فلیتم صومه فانما اطعمه الله'' یعنی: جب کوئی بھول کر کھایا پیا تو وہ روزہ مکمل کرے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا پلایا'' اس لئے حدیث کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا گیا۔

(۲) استحسان بالا جماع: قیاس کا تقاضا ہے کہ سامان کی تیاری سے پہلے ہی کاریگر سے خریداری کا معاملہ طے کرنا جائز نہ ہو۔ آپ نے کسی معدوم شی کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے یہاں پر قیاس کو ترک کر دیا گیا ہے۔

(۳) استحسان بالعرف: مثلاً اجارہ کے لئے نفع اُٹھانے کی مقدار کی تعین ضروری ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ حمام کا اجارہ درست نہ ہو وہاں نہ پانی کی مقدار متعین ہوتی ہے اور نا ہی ٹھہرنے کی مقدار ہگر عرف کی بناء پر اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۴) استحسان بالمصلحۃ: یہ کہ کسی مصلحت کی بناء پر قیاس کو ترک کیا جائے۔مثلاً قیاس کا تقاضا ہے کہ کسی کاری گر سے چیز ضائع ہو جائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوتا مگر اندیشہ کے پیش نظر اس رعایت سے فائدہ اُٹھا کر فی زمانہ بد دیانت لوگ جری ہو جائیں گے تو اس صورت میں تقاضائے مصلحت ہے کہ ایسے کاری گر کو ضائع شدہ سامان کا ضامن قرار دیا جائے۔'اس مصلحت کے تحت اگر جماعت نماز میں بچوں کو پیچھے رکھنے میں کسی بات کا اندیشہ ہو تو ان کو منتشر کر کے یا اپنے ساتھ رکھا جائے'۔(مولف)۔

**(۵) استحسان بالقیاس الخفی**: یہ کہ واضح قیاس کو نسبتاً کم واضح لیکن قوی قیاس کی وجہ سے ترک کر دیا جائے۔مثلاً شیر،بھیڑئے وغیرہ درندہ چوپایوں کا جھوٹا ناپاک ہے۔پس ظاہر قیاس کا تقاضا ہے کہ چیل،باز وغیرہ کا جھوٹا بھی ناپاک ہو کہ یہ بھی درندہ ہیں۔مگر قیاس خفی یہ ہے کہ چوں کہ یہ چونچ سے پانی پیتے ہیں اور چونچ ہڈی کی ہے۔ان پرندوں کا لعاب چوپایوں کی طرح پانی تک نہیں پہنچتا ہے جو ناپاک ہے۔اس لئے ان کا جھوٹا پاک ہونا چاہئے۔اس لئے اس قیاس کو قبول کیا گیا۔( آسان فقہ)

## شریعت اسلامی کے دو اصول

استحسان اور مصالح مرسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے شریعتِ اسلامی کو دو حصوں عبادات اور معاملات میں تقسیم کیا۔جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ یہ تقسیم دراصل،بدعات،اور خرافات سے بچنے کے ساتھ ساتھ کچھ دینی مصلحتوں اور ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کی گئی ہے۔اس لئے ان دونوں کا سمجھنا بھی اہمیت کا حامل ہے۔لیکن یہاں پر ان کا اجمالی تبصرہ ہی بہتر ہے تا کہ مضمون میں طول پیدا نہ ہو۔

**عبادات:ان کا ایک قاعدہ کلیہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے** "ان الاصل فی

العبادات الحظر و المنع"یعنی: "عبادات میں اصل توقف اور منع ہے"۔ کیوں کہ عبادات ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں نہ ہم زمان ومکان کا تعین کر سکتے ہیں اور نا ہی تعداد و ہیت کا بلکہ جس طرح شارع علیہ السلام نے فرمایا ویسے ہی اس پر عمل واجب ہے۔ اسی اصول کے مطابق عبداللہ بن مسعودؓ نے ان بدعتیوں کو مسجد سے نکلوایا جنھوں نے ذکراللہ کا نیا طریقہ ایجاد کیا تھا۔ اب دوسری چیز معاملات ہے۔

معاملات: اس کے بارے میں کہا جاتا ہے "ان الاصل فی المعاملات الاباحۃ" یعنی: "معاملات اور عادات میں اصل اباحت ہے"۔ یہ اصول اُمتِ محمدیہ کے وسیع تر مفادات سے وابستہ ہے۔ دراصل تمام چیزیں اور منفعتیں یا افعال وتصرفات مباح ہیں سوائے ان کے جن کی حرمت نص سے ثابت ہو۔ استحسان اور مصالح مرسلہ اسی قاعدہ کے ذیل کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس قاعدہ میں کسی حد تک لچک کی وجہ سے کچھ لوگ اپنی انانیت کا مظاہرہ کرنے کی خاطر غیر شرعی اور نا پسندیدہ عمل پر بھی معاملات کا لیبل لگا کر اس کو شریعت اسلامی کے صف میں داخل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ مثلاً سالگرہ منانا، شادی بیاہ پر ناچ گانے کی محفلیں اور دولہے (برات) کے ساتھ خالص ان افراد کو مدعو کرنا جن کے پاس موٹر گاڑیاں وغیرہ ہو یا ایسے ہی دوسرے اعمال جن کو اسلام نے کبھی نہ سراہا ہو۔ ان سب چیزوں میں یا تو فضول خرچی کا معاملہ ہو گا یا پھر ریاکاری کا معاملہ۔ چنانچہ ان حالات میں موجودہ دور کے اہل علم حضرات بھی جن میں بعض تو قرآن وسنت کو اپنا اُڑھنا اور بچھونا ماننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں، بُری طرح سے پھنسے ہوئے ہیں۔ جب ان سے اس بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو جھٹ سے اس کو معاملات کے کھاتے میں ڈالتے ہیں۔

اگر چہ یہ حضرات عبادات میں زبردست اور سخت ہوتے ہیں۔ لیکن معاملات کے اس زمرے میں اتنی نرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ گویا اس میں کوئی قباحت ہی نظر نہیں آتی۔ عبادات اور معاملات

دونوں شریعتِ اسلامی سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے یہ دونوں اس دینِ مبین کے لا ینفک جز ہیں۔ ان کو الگ الگ نظریہ سے دیکھنا بالکل غلط اور گمراہی کا سبب ہے۔ جب ہم نبی اکرمؐ یا صحابہؓ کے مبارک دور کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ان میں کہیں پر بھی دوئی نہیں دکھائی دیتی ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص ذرا برابر خلاف سنت عمل کرنے کی کوشش کرتا تو اس کے ساتھ صحابہ بہت ہی سختی کے ساتھ پیش آتے۔ مگر افسوس! آج کل کے دور میں خالی دعویٰ ہے عمل نہیں۔
اب ہماری حالت یہ بن گئی ہے کہ نہ ہم اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا چاہتے ہیں اور نا ہی شیطان کو۔

بقول شاعر:

هم نے حافظ سے بگاڑی ہے نہ شیطاں سے کبھی
دن کو مکتب میں رہیں رات کو میخانے میں

دراصل یہ نفاق کی علامت ہے جس سے بچنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ کیوں کہ نفاق ایک ایسی بیماری ہے جو کسی بھی شخص کے ایمان کو جس کے اندر اس کے بیج پیدا ہوتے ہیں ایک دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا۔ اس لئے نفاق سے بچنے کے لئے سب سے پہلے اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

## نفاق کا معنی

نفاق ''نفقاً'' سے مشتق ہے۔ عرب کہتے ہیں ''نفق الیربوع'' یعنی: جنگلی چوہا اپنے سوراخ سے نکلا یا اپنے سوراخ میں داخل ہوا۔ اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک جنگلی چوہے کی بل میں دو سوراخ ہوتے ہیں جب اس کو ایک سوراخ سے خطرہ نظر آتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔

جس طرح یہ چوہا اپنا سراخ بدلتا رہتا ہے اسی طرح ایک منافق بھی اپنی حالت بدلتا رہتا ہے۔ وہ دین داری کا مظاہرہ بھی کرتا ہے تو بے دینی کا مظاہرہ بھی۔ نبی اکرمؐ نے منافق کی علامات یہ بیان فرمائی ہیں کہ جب وہ لڑائی کرتا ہے تو گالی گلوچ کرتا ہے، امانت میں خیانت کرتا ہے، وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اگر ہم ان چار علامات پر غور کریںگے تو اکثر لوگ یا تو چاروں چیزوں میں یا پھر تین، دو یا ایک میں ضرور گرفتار نظر آتے ہیں۔ شادی بیاہ کے غلط طریقے کے معاملے یا سالگرہ منانے میں غیر اسلامی رسم و رواج کو ترقی دینے کے موقع پر جب ان لوگوں سے سوال کیا جاتا ہے تو فوراً ان کو معاملات کہتے ہوئے اپنا دامن جھاڑنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ شریعت نے معاملات کو مباح قرار دیا ہے اگرچہ معاملات جائز ہیں لیکن شریعت نے ریا کاری یا غیر اسلامی جاہلانہ طریقہ عمل کو کبھی بھی قبول نہیں کیا، اس لئے ان معاملات کو جائز قرار دینا سراسر آپؐ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ اور یہ ان چار علامات میں سے ایک علامت ہے۔ اسی طرح عبادت کا معاملہ بھی ہے۔

## باب پنجم
## ضعیف روایات کا چلن

شریعت اسلامی کے سارے اصول و ضوابط کا دار و مدار در اصل قرآن و سنت پر ہے اس لئے ان دونوں کو صحیح تناظر میں سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ گمراہی۔۔۔ نبی اکرمؐ کا فرمان ہے۔

”ترکتُ فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ“ **(موطا امام مالک)** یعنی: ”میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں، جب تک ان دو کو پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ

ہونگے'' قرآن وحدیث کو پکڑنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو بھی روایت ملی اس پر عمل کرلیا جائے بلکہ حدیث کے معاملے میں اس کی جانچ پرکھ بہت ضروری ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ تا کہ ان ضعیف اور موضوع روایات میں مبتلاء نہ ہوں جن کو گمراہ یا سئی الحفظ لوگوں نے وضع کیا تھا۔ ایسی روایات پر عمل کرنے سے اعمال وعقائد میں خرابی کے علاوہ نبی اکرمؐ پر کذب بھی لازم آتا ہے۔ آپؐ کا فرمان ہے ''من حدث عنی حدیثا یری انه کذب فهو احدالکاذبین'' (جو مجھ سے ایسی حدیث بیان کرے، جس کے بارے میں گمان یہ ہو کہ وہ جھوٹی ہے تو وہ جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ (مسلم)

## ضعیف روایات میں بے احتیاطی

ضعیف احادیث پر عمل یا روایت کے معاملے میں عام وخاص یعنی اکثر لوگ گرفتار ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ہمارے بعض اہل حدیث بھائی بھی اس معاملے میں تساہل سے کام لیتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ تو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کرنے اور شب برات وغیرہ منانے پر جن کی شریعت اسلامی میں کوئی ٹھوس اور صحیح دلیل ہی نہیں ہے، نہ صرف عمل پیرا ہو جاتے ہیں بلکہ ان پر عمل نہ کرنے والوں کے ساتھ کبھی کبھار لڑائی جھگڑے تک کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ یہ بات تو واضح ہے کہ دین نصیحت ہے اور اس میں ہر ایک برابر ہے، چاہئے وہ اپنا ہو یا پرایا، سب تک حق کی بات پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ بقول شاعر:

اپنا تو کام ہے جلاتے رہیں چراغ
رستے میں چاہئے دوست یا دشمن کا گھر ملے

اس چراغ ہدایت کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہماری یہی کوشش ہونی چاہئے کہ ہمارے اس مسلم معاشرے میں علمی، ادبی، اخلاقی اور مذہبی غرض ہر سطح پر ایک اصلاحی عمل جاری ہوتا کہ یہ معاشرہ

گمراہی تنگ نظری اور غلط کاری کے دلدل سے نکل کر پھر سے تازہ دم ہو کر قرآن وسنت کے اسی منہج پر واپس لوٹ آئے جس پر قرون اولیٰ کے ہمارے اسلاف تھے۔ ورنہ قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات سے دوری یا فقدان کی وجہ سے دن بدن مسلمانوں کی حالت بہت بری بنتی جارہی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر لڑتے ہیں۔ اور اس سے پیدا شدہ عصبیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے گھروں یعنی مساجد تک کی عزت وعظمت کا خیال نہیں کرتے ہیں۔

**ایک مثال:**

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ایک دن ایک پڑوسی مسجد میں نماز کے لئے جانا پڑا سلام پھیرنے کے بعد جب دعائے اجتماعی کے لئے نہ بیٹھا تو کچھ اصحاب نے اس پر اتنا شور شرابہ مچایا کہ مسجد میں بیٹھے نمازیوں کا بھی خیال نہ کر کے مجھے وہاں سے اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نکالدیا اور جب میں نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے ان سے دلیل مانگی تو انہوں نے ایک کتابچہ ہاتھ میں تھمایا۔ اس کتابچہ کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ ہمارے ایک معزز عالم دین حضرت مولانا مبارکیؒ صاحب کی تالیفات میں سے ہے۔ ان لوگوں کا مقصد اس کتاب سے فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاوں کے لئے دلیل دینے کا تھا۔۔۔ مولانا مبارکی صاحب کی علمی اور دینی شخصیت کا اعتراف کس کو نہیں، کہ انہوں نے قرآن وسنت کی تبلیغ واشاعت کے لئے ساری زندگی وقف کر رکھی تھی......

بہر حال ایک ادنیٰ سے طالب علم کی حیثیت سے میں نے کتاب کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ ابتداء سے انتہاء تک مطالعہ کرنے کے بعد اس کتابچہ میں کوئی ایسی ٹھوس دلیل یا حدیث نہیں ملی جو فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور سے دعا مانگنے پر دلالت کرتی ہو سوائے دو احادیث کے۔ نیز اس امر پر بھی کوئی تاکید موجود نہیں ہے۔

اس لئے میں نے سوچا کہ اس کتابچہ کی تخریج کر کے ان حضرات کو حقیقت حال سے باخبر کروں

۔جن دو احادیث سے اس کتاب میں فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعاوں کے لئے استدلال کیا گیا ہے، کیا وہ واقعی اس پر دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ اس کا ان شاء اللہ تجزیہ کیا جائے گا۔ اولاً یہ بات کہنا ضروری ہے کہ اجتماعی دعاؤں میں اجتماعیت کے ساتھ ساتھ جہر بھی لازم آتا ہے۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بجائے ایک کے یہ دو مسائل ہیں جن کا حل صرف قرآن وسنت سے ہوسکتا ہے۔ اور وہ اس طرح ہے۔

## قرآن سے اجتماعی دعاوں کی دلیل

جہاں تک قرآن کا تعلق ہے تو اس میں کہیں بھی جہری دعاوں کی تصریح نہیں ملتی۔ بلکہ اس کے برخلاف دلیل ملتی ہے۔ جیسا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کچھ لوگ ایک بار نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے نبیؐ ہمیں بتائیں کہ اگر اللہ تعالٰی زور سے سنتا ہے تو ہم بھی زور زور سے اس کو یاد کرینگے اور اگر وہ آہستہ سے سنتا ہے تو ہم بھی آہستہ آہستہ اس کی یاد کرینگے۔ اس پر آپؐ خاموش ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی کا فرمان نازل ہوا۔ ''اذاسالك عبادی عنّی فاِنّی قریبٌ اُجیبُ دعوة الداع اذا دعانِ فلیستجیبوْا لی و لیؤمنوبی لعلهم یرشدون'' یعنی: ''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ پکارے قبول کرتا ہوں اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔ یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے''۔ (سورۃ البقرۃ ۱۸۶)

سورۃ الانعام میں ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے زکریاؑ کو فرزند اعطاء کیا تو اس کے بارے میں فرمایا'' ذِکر رحمتِ ربك عبده زکریا ۔اذنادیٰ ربّه نداءً خفیّا''یعنی: ''یہ تیرے پروردگار کی اس مہربانی کا ذکر جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی۔ جبکہ اس نے اپنے رب سے چپکے چپکے

دعا کی تھی''۔سورۃ الاعراف آیت نمبر ۵۵ میں ارشاد ہے "اُدعوُا ربکم تضرّعاً وخفیةً۔اِنه لا یحب المعتدین''یعنی:تم لوگ اپنے پروردگار سے گڑگڑا کر کے بھی اور چُپکے چُپکے بھی۔واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں

چنانچہ ان سب آیات سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ دعاؤں میں پست آواز رکھنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ قرآن میں اس کی صراحت کی وجہ سے یہ بھی ایک عمل اور عبادت ہے۔اس لئے اس میں اپنی طرف سے جہر کی زیادتی کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔سوائے ان مقامات کے جو نص قرآن یا احادیث نبویؐ سے ثابت ہیں۔مثلاً نماز میں سورۃ الفاتحہ کے اختتام پر،دعاءِ استسقاء یا دعاءِ قنوت وغیرہ میں۔یہ وہ جگہیں ہیں جہاں خود آپؐ سے جہر ثابت ہے۔اس لئے یہاں پر جہر لازم ہے۔ورنہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی ہوگی۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ''جو کچھ رسولؐ تم کو دے پس اُس کو پکڑو''۔باقی جس چیز کا حکم آپؐ نے نہ قولی دیا ہو اور نہ فعلی۔تو اس سے اجتناب ہی کرنا چاہئے۔

صحیح بخاری،مسلم اور مسند احمد میں بروایت حضرت عائشہؓ آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے ''مَن عمل عملاًلیس علیه امرنا فهو ردٌ''یعنی:جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے''۔اب دوسرا مسئلہ فرض نمازوں کے بعد دعاوں میں اجتماعیت کا ہے۔۔اگرچہ قرآن کریم میں بعض جگہ لفظ''ادعوا''جمع کا صیغہ بیان کیا گیا ہے لیکن اس میں لوگوں کے لئے خطاب کا اظہار ہے۔کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے پکاریں۔اس سے دعاء اجتماعی کی دلیل لانا ایک تو ناممکن ہے دوم یہ خلاف عقل بھی ہے۔کیوں کہ یہ لفظ پھر عمومیت پر دلالت کرتا ہے جس سے سب لوگوں کو دعا کے لئے ایک ساتھ جمع ہونا پڑتا جو ناممکن ہے۔

اب مولانا مبارکیؒ صاحب کی کتاب''دعا بعد نماز'' کی ان دو روایات کا تجزیہ بھی پیش خدمت ہے۔تاکہ حقیقت امر سے آگاہی حاصل ہونے کے بعد اس معاملے میں نزاعی حالات پیدا کر کے

سنت نبویؐ کے طریقے پر عمل کرنے والوں کو نہ روکا جائے۔

## مولانا مبارکیؒ صاحب کی کتاب کا تجزیہ

مولانا مبارکی صاحبؒ نے جب یہ کتاب ''دعا بعد نماز'' تالیف کی اس وقت کشمیر میں توحید کا نام لینا ایک گناہ عظیم سمجھا جاتا تھا۔۔۔اُس وقت ہر طرف شرک و بدعت اور قبر پرستی کا دور دورہ تھا لیکن اس مرد مجاہد نے مولانا بشیر احمد صاحب شوپیانی، مولانا عبدالقیوم صاحب شوپیانی (جو تا حال بقید حیات ہیں۔)، مولانا نور صاحبؒ، مولانا نوری صاحب، میر واعظ مولانا غلام حسن شاہ صاحبؒ میر واعظ مولانا محمد یوسف شاہ صاحبؒ اور مولانا عبدالرشید طاہری صاحبؒ وغیرہ جیسے بزرگ ترین ساتھیوں کی طرح اس سرزمین پر علم توحید بلند کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔۔۔ان حالات میں ایسی کتاب لکھنا شاید وقت کی مجبوری تھی۔ورنہ ایسے بزرگ ان علوم وفنون سے بخوبی واقف تھے۔اب جب کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کشمیر میں حالات بدل گئے اور یہاں پر ان بزرگوں کا لگایا پودا ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا اس لئے اب اس خوف کا کوئی اندیشہ نہیں۔

مولانا مبارکی صاحبؒ سے ہماری خاصی عقیدت ہے لیکن اُن لوگوں کے لئے ان کی کتاب دعا بعد نماز کی تخریج کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے جواب کا مطالبہ کیا تھا۔

جہاں تک اس کتاب کے نام کا تعلق ہے تو اس اعتبار سے اس میں کوئی شک نہیں کہ فرض نمازوں کے بعد دعاؤں کا مانگنا نہ صرف جائز بلکہ احادیث نبویؐ کے مطابق یہ اجابت دعا کا وقت بھی ہوتا ہے۔اختلاف صرف اس کی اجتماعیت پر ہے۔جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ مولانا مبارکی صاحبؒ نے اجتماعی دعا کے سلسلہ میں جو دو احادیث لائیں۔ان میں ایک صفحہ نمبر ۱۹ پر بروایت عبداللہ بن عباس یہ ہے کہ ''آنحضرت ﷺ نے فرمایا: فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم '' (ابوداود)۔

اس حدیث کی پوری سند اس طرح ہے ''حدثنا عبداللہ بن سلمة حدثنا عبدالملک بن محمد بن کعب

**القرظی حدثنا عبداللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال** ''لا تستر الجدر مَن نظر فی کتاب اخیہ بغیر اذنہ فانّما ینظر فی النار سلو اللّٰہ ببطون اکفکم و لا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم'' **یعنی :رسول ﷺ نے فرمایا: دیوار پر غلاف مت ڈالو جس نے اپنے بھائی کے نام کا خط بغیر اس کی اجازت کے دیکھا گویا وہ جہنم دیکھ رہا ہے۔ دعا کرو اللہ سے ہتھیلیاں اوپر اُٹھا کر نہ ہتھیلیوں کی پشت اوپر کر کے۔ جب دعا سے فارغ ہو تو اپنے ہاتھ منہ پر پھیرو''۔(ابوداود۔۱۴۷۱)۔ دیکھا جائے تو اس میں دعا کے وقت خالی ہاتھ اُٹھا کر منہ پر پھیرنے کا حکم ہے نہ کہ دعائے اجتماعی کا۔ اس حدیث پر امام ابوداود ؒ تبصرہ کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں** ''روی ھذٰ الحدیث مِن غیر وجہ عن محمد بن کعب کلھا واھیۃ و ھذٰ الطریق امثلھا و ھو ضعیف ایضاً'' **یعنی: یہ حدیث محمد بن کعب سے کئی طریقوں سے مروی ہے۔ مگر سب طرق ضعیف ہیں اور یہ سند جو میں نے ذکر کی سب سے اچھی ہے پر یہ بھی ضعیف ہے۔**

**صاحب عون کی اس حدیث پر رائے ہے کہ اس حدیث میں ایک راوی عبدالملک بن ایمن ہے جس کو امام ابوداود نے ضعیف اور ابن قطان نے مجہول الحال کہا ہے۔ علاوہ ازیں روایت میں لفظ** ''عمن'' **ایک مبہم اسم ہے جس کے بارے میں علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ''ابوداود نے مجہول راوی کا نام نہیں لیا ہے۔ البتہ ابن ماجہ نے اس کا نام صالح بن حسان ذکر کیا ہے''۔ امام بخاری نے اس راوی کو منکر اور نسائی وغیرہ نے متروک الحدیث اور ضعیف قرار دیا ہے۔ علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ:** ''فامسحو ابھا وجوھکم'' **کی زیادتی اس میں منکر ہے۔ مجھے آج تک اس کا کوئی شاہد نہیں ملا۔ اسی لئے عز بن عبدالسلام نے کہا** ''لم یمسح وجھہ الاالجاھل'' **:(یعنی: جاہل کے علاوہ کوئی اپنے ہاتھوں کو چہرے پر نہیں پھیرتا ہے)۔ ر/الاحادیث الصحیحۃ۔۲/۱۴۶**

**مبارکی صاحبؒ نے دوسری حدیث اسود بن عامری سے لائی ہے۔ جو اس نے اپنے والد سے**

روایت کی ہے۔ کہتے ہیں ''صلیتُ مع النبی صلی اللّٰہعلیه وسلم، الفجر فلما انحرف رفع یدیه و دعا وغیرہ'' (یہ حدیث بغیر حوالہ ہے)

اس حدیث کے بارے میں خیال ہے کہ بعض علماء اس حدیث کو بغیر سند کے ذکر کر کے مصنف کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں کافی تلاش کے باوجود بھی ایسی کوئی روایت نہ مل سکی سوائے باب ''مَن کا ن یستحب اذا سلم ان یقوم او ینحرف''۔ کی اس حدیث کے۔ جس کی سند ومتن اس طرح ہے۔ ''حدثنا هشیم قال حدثنا یعلیٰ بن عطاء عن جابر بن یزید بن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه سلم فلما اسلم انحرف'' یعنی: اسود العامری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی بس جب آپؐ نے سلام پھیرا تو مُڑ گئے''۔ اگر چہ یہ روایت سنداً صحیح ہے، لیکن اس روایت میں ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگنے کا مطلق ذکر ہی نہیں۔ نیز مولانا عزیز الرحمان سلفی صاحب بھی اپنی کتاب ''دعا کے آداب واحکام'' میں اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث مختلف کتب مثلاً سنن ابی داود، سنن نسائی، بیہقی، مسند احمد، ترمذی، دار قطنی، مستدرک الحاکم، صحیح ابن حبان، اور صحیح ابن السکن وغیرہ میں اسی روایت کے ساتھ مروی ہے۔ گو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختصر ومطول دونوں میں کہیں بھی ''ورفع یدیه ودعا'' کے الفاظ موجود نہیں''۔

اس کے بعد مولانا مبارکی صاحبؒ اجتماعی دعاؤں کا رد کرنے والے اصحاب کے بارے میں صفحہ نمبر ۲۸ پر فرماتے ہیں ''دراصل ہمارے نوجوان اہلحدیث جدت پسندی کے خواہاں ہیں تا کہ اپنے علمی رعب سے عوام کو مرعوب بنا کر اپنی کوتاہی پر پردہ ڈال سکیں۔ اس لئے وہ حنفیت کی تقلید کے بجائے حنبلی طوق اپنی گردنوں میں ڈال کر نئی شان دکھا رہے ہیں''۔ اس اقتباس سے لگتا ہے کہ شاید حنفی مسلک میں بظاہر اجتماعی دعا بعد صلوٰۃ المکتوبہ جائز ہے۔ لیکن اس ابہام کو دور کرنے کے لئے

جناب مولانا انور شاہ کشمیری دیو بندی صاحب کا یہی افتاء ہی کافی ہے۔وہ"باب مكث الامام في مصلاه" کے تحت فرماتے ہیں ۔کہ آپ وقوف کے علاوہ مسجد میں نہ ٹھہرتے تھے۔ بلکہ نماز کے فوراً بعد گھر چلے جایا کرتے تھے۔دعاء واذ کار میں آدمی خود مختار ہے۔چند مقامات کے علاوہ اس میں جمات بندی کا اس طرح کوئی ثبوت نہیں جس طرح آج ہمارے یہاں رائج ہے۔(فیض الباری ۳۱۳/۲)

جناب عبدالروف بن عبدالحنان المدنی کے بقول: محققین علماء نے بھی اس کا انکار کیا اور اسے بدعت کہا۔جن علماء نے اس عمل کو بدعت قرار دیا ان میں امام شاطبیؒ،شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ،حافظ ابن القیمؒ،مولانا عبدالحق محدث دہلوی،علامہ محمد رشید رضا مصری،مولانا انور شاہ کشمیریؒ،مولانا ظفر احمد عثمانی وغیرہم شامل ہیں۔

ان کے مطابق حکیم مولوی عماد الدین حنفی دیو بندی بلوچستانی کی کتاب "التحقیق الحسن فی نفی الدعا الاجتماعی بعد الفرائض والسنن"۔میں بھی مذکورین کے علاوہ دیگر علماء کی کتابوں سے بھی اس طرح کے عمل کا کوئی تذکرہ ثابت نہیں ۔رہا سوال کہ اگر کسی معاملہ میں کسی مسلک کے دلائل قرآن و سنت کے مطابق ہوں تو محض مسلکی اعتبار سے ان دلائل کا انکار نا ممکن ہے اور نا ہی یہ کوئی تقلیدی طوق ہے۔

مولانا مبارکی صاحبؒ دعاء بعد فرائض کے علاوہ شب برات کے جواز پر صفحہ۳۲پر یوں رقمطراز ہیں"جن محدثین کرام نے شب برات کے فضائل اور دعاء بعد فرائض کے بارے میں احادیث لائے ہیں ۔جن کو آپ ضعیف بتا کر عمل کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ بتاتے ہیں ان محدثین کی نسبت آپ کا کیا خیال شریف ہیں۔"

دراصل دعاء بعد فرائض پر کسی کا اختلاف نہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے اگر اختلاف ہے تو

وہ صرف اس کی اجتماعیت پر ہے تو اس کا جواب بھی قدرے تفصیل کے ساتھ گذر چکا ہے۔ جہاں تک شب برات کی فضیلت اور ان مذکورہ محدثین کرام جن کی طرف مولانا صاحب نے اشارہ کیا ، کے بارے میں خیالات کا تعلق ہے۔تو وہ یہ کہ شب برات کی فضیلت کے بارے میں امام ترمذیؒ نے ایک حدیث لائی ہے جو اس طرح ہے ''حدثنا احمد بن منیع حدثنا یزید بن هارون اخبرنا الحجاج بن ارطاۃ عن یحیی بن ابی کثیر عن عروۃ عن عائشه قالت فقدتُ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لیلةً فخرجتُ فاذا هو بالبقیع فقال اکنتِ تخافین انّ یحیف ا للّٰہ علیك و رسولهَ قلتُ یا رسول اللّٰہ انی ظننتُ انك اتیت بعض نسائك فقا ل ان اللّٰہ عزوجلّ ینزل لیلة النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر مِن عددشعر غنم کلب ، یعنی: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شب گم پایا میں نے رسول ﷺ کو، پھر میں نکلی نبی اکرم ﷺ کی تلاش میں سو آپ بقیع میں تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ڈرتی ہو کہ ظلم کرے اللہ اور اس کا رسول ﷺ تجھ پر، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے جانا کہ آپؐ کسی دوسری بیوی کے پاس گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ پندرھویں شعبان کی شب میں آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے اور بخشتا ہے اپنے بندوں کو قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کے عدد سے زیادہ۔''

لیکن امام ترمذیؒ خود اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''لا نعرفه الا مِن هذاالوجهه مِن الحجاج و سمعتُ محمداً یضعف هذا الحدیث و قال یحیی بن ابی کثیر لم یسمع مِن عروۃ و الحجاج بن ارطاۃ لم یسمع مِن یحیی بن ابی کثیر'' یعنی : فرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے اس کو مگر اسی سند سے حجاج کی روایت سے اور سنا میں نے محمد (امام بخاری) سے کہ ضعیف کہتے تھے اس حدیث کو اور کہتے تھے کہ یحیی بن کثیر کو سماع نہیں عروہ سے اور حجاج

کو بھی سماع نہیں ہے یحیی بن کثیر سے۔'' اس کے علاوہ حجاج کے بارے میں یحیی بن معین کی رائے ہے کہ وہ قوی نہیں تھے حدیث میں۔ ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ حجاج مدلس ہے۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ حجاج حدیث میں زیادتی کرتا ہے۔علی بن مدینی کہتے ہیں کہ میں اس کو جان بوجھ کر چھوڑتا ہوں۔ (بحوالہ موسوعۃ الحدیث )۔اس کے علاوہ بھی حجاج پر بہت سارے محدثین نے تخریج کی لیکن بخوف طوالت ان چند مذکورہ مثالوں پر ہی اکتفاء ہے۔

دوسرا مسئلہ کچھ محدثین کرام کا ہے کہ انہوں نے ایسی روایات کو کیوں اپنی کتابوں میں لایا ہے۔جن پر موضوع یا ضعیف ہونے کا غالب گمان ہے۔ دراصل محققین علماء کے مطابق محدثین کرام کے بھی مختلف مراتب و مدارج ہیں ،بعض محدثین نے ایسی روایات کو جان بوجھ کر لایا تاکہ امتِ مسلمہ ان سے بخوبی واقفیت حاصل کر کے ان سے بچنے کی کوشش کریں۔لیکن بعض محدثین کو روایات کے معاملے میں تساہل ہوا ہے۔ (علوم الحدیث ۱۴۷)

## ضعیف حدیث کی روایت اور اس پر عمل :

ضعیف ،صحیح حدیث کی ضد ہے اور اس کے بارے میں عام قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ''یجوز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال '' (فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہے )۔لیکن بقول ڈاکٹر صبحی صالح بیروت ''ضعیف ظن سے متعلق ہے اور ظن کسی بھی طرح حق کی جگہ نہیں لے سکتا'' ان کے مطابق اس سے ایسے اعمال اور تعلیمات کا عمل دخل ہوتا ہے۔جن کی شرعاً کوئی دلیل نہیں ہوتی ۔علامہ ابن حجر العسقلانیؒ نے ضعیف حدیث پر عمل کرنے کے لئے تین شرطیں رکھی ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) اس حدیث کے بارے میں علماء کا اس بات پر اتفاق ہو کہ اس میں شدید ضعف نہیں ہے۔اس اصول کے تحت کذاب، متہم بالکذب، اور فحش غلطی کرنے والے خارج ہو جائینگے۔

(۲) اس کا اندراج کسی عام معمول بہ اصول کی بناء پر ہو۔ اس سے وہ لوگ نکل جائینگے جن کی احادیث اس اصول کے تحت نہ آئے۔ (۳) اس حدیث پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ ہو۔ تا کہ نبیؐ کی جانب کوئی ایسا فعل منسوب نہ ہو جو آپؐ نے نہ فرمایا ہو۔

یہ ایسی تین شرائط ہیں جن کے بارے میں علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ شرائط بہت دقیق اور بڑی اہم ہیں اگر ضعیف احادیث کے عاملین اس پر عمل کرلیں تو ضعیف احادیث کا دائرہ عمل تنگ ہو جائے گا یا سرے سے اس پر عمل ہی ختم ہو جائے گا۔ آئمہ کی ایک جماعت تو ضعیف احادیث کو علی الاطلاق عمل کے لئے جائز ہی نہیں سمجھتی۔ ان میں ابن معین، امام بخاری، مسلم، ابوبکر بن العربی فقیہ اور امام ابن حزم وغیرھم شامل ہیں۔

امام مسلم اس کی روایت تک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص ضعیف کو جاننے کے باوجود بیان نہیں کرتا تو وہ گنہگار اور عوام الناس کو دھوکہ دینے والا ہے۔ اور دھوکہ دینے والے کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے۔ "من غشنا فلیس منا" (جس نے ہمیں دھوکا دیا پس ہم میں سے نہیں)

امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ محدثین اور ائمہ میں سے محققین کا کہنا ہے کہ جب حدیث ضعیف ہو تو اس کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہئے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے یا آپؐ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا منع کیا ہے اور اسی طرح دوسرے جزم کے صیغے سے۔ بلکہ ان سب صورتوں میں یوں کہا جائے کہ آپؐ سے روایت کی گئی ہے یا نقل کیا گیا ہے یا روایت کی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ (مقدمہ المجموعہ)۔
جب ضعیف روایت کے بارے میں اتنی احتیاط ہے۔ تو عبادت کے معاملے میں اس پر کیسے عمل ہوسکتا ہے چنانچہ شب برات منانا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے اس لئے علماء کرام نے اس کو بدعت قرار دیا ہے یہی حالت فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کی بھی ہے کہ علماء کرام نے اس کو

بھی بدعت قرار دیا ہے۔

## فتویٰ

علامہ شیخ ابن باز مرحوم مفتی اعظم سعودی عربیہ کے مطابق فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت نہ تو نبیؐ سے ہے اور نا ہی صحابہ کرام سے۔ فرض نماز کے بعد جو لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہے ان کا یہ فعل بدعت ہے۔ اس کی کوئی دلیل نہیں (الدعوۃ ۲۳ محرم ۱۴۱۰ھ)

فقیہ العصر شیخ ابن عثیمین کا فتویٰ یہ ہے کہ نماز کے بعد اجتماعی دعا ایسی بدعت ہے کہ اس کا ثبوت نہ تو نبی اکرمؐ سے ہے اور نا ہی صحابہ کرام سے، مصلیان کے لئے مشروع یہ ہے کہ وہ اللہ کا ذکر کیا کریں اور ہر آدمی انفرادی طور سے ذکر کرے اور ذکر وہ ہو جو نبی اکرمؐ سے ثابت ہو (فتاوی ابن عثیمین ص۔۲۰۔ دعا کے آداب)۔

## تتمہ

بالآخر یہی بات قول فیصل ہے کہ ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے نبیؐ کے بتائے ہوئے راستے پر ہی چلنے کی کوشش کرے تا کہ فلاح و کامرانی حاصل کر سکے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے﴿وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا﴾ (سو جو چیز تم کو پیغمبرؐ دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے)

باز رہو) اس لئے روایات صحیحہ کی بنا پر جو طریقہ عمل آپؐ سے ثابت ہو اس کو لینا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جس چیز سے آپؐ نے منع فرمایا ہو تو اس سے اجتناب ہی شریعت اسلامی کا تقاضا ہے۔

ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہ کی ایک روایت میں ہے کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے آپ نے ایک لکیر سیدھی کھینچی اور دو لکیریں اس کے داہنی طرف اور دو لکیریں اس کے بائیں طرف کھینچیں پھر انگلی رکھ کر فرمایا کہ یہ اللہ کی راہ ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی وانَّ ھذا صراطی

مستقیماً... یعنی: اور یہ کہ میرا سیدھا رستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور راستوں پر نہ چلنا کہ اس (اللہ) کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے۔ مسند احمد میں یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ آپؐ نے دائیں اور بائیں دو دو خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ شیطان کے راستے ہیں۔

دراصل انسان اسی وقت شیطان کی راہ پر پہنچ جاتا ہے جب یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک جاتا ہے۔ اور دنیا میں شر و فساد کا باعث بن جاتا ہے۔ چنانچہ اسی چیز کی طرف نشاندہی کرنے کی غرض سے میں نے یہ کتابچہ تالیف کر کے ان گمراہ فرقوں اور گمراہ عقاید و نظریات کے علاوہ ان غیر مسنون عبادات و معاملات پر لب کشائی کی جن کے دلدل میں اکثر لوگ بلاتفریق مسلک پھنسے ہوئے ہیں۔ ایک دن ایک آدمی سے بات کرتے ہوئے دیکھا کہ وہ نبی اکرمؐ اور اولیاء اللہ کو ہی (نعوذ باللہ) اپنا اللہ مانتا ہے۔ ایک اور آدمی حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ پر بھی وحی الٰہی نازل ہونے کا قائل تھا۔

چنانچہ شعوری یا غیر شعوری طور پر ان لوگوں کا نظریہ بھی ان ہی مذکورہ بہتر طبقات کی ترجمانی کرتے ہوئے نظر آتا ہے جن کی گمراہی شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے بالکل واضح طور پر بیان فرمائی۔ ان افراد کے باطل خیالات کا رد کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو حق کی طرف رہنمائی کرنا ہر ایک ذی حس مسلمان کا فرض ہے چنانچہ یہ تالیف بھی اسی سلسلہ کی ایک مقدور بھر کڑی ہے۔

آخر پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ میری اس چھوٹی سی کوشش کو شرف قبولیت بخش کر ان بھائیوں کے لئے مینارِ ہدیٰ بنائے جو قرآن و سنت کی تعلیمات کو چھوڑ کر کسی اور راہ کی طرف بھٹک رہے ہیں۔ و ما علینا الا البلاغ۔